استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جون ۱۹۶۶

* مدیران *
رفیق احمد ثاقب
محمد شفیق قیصر
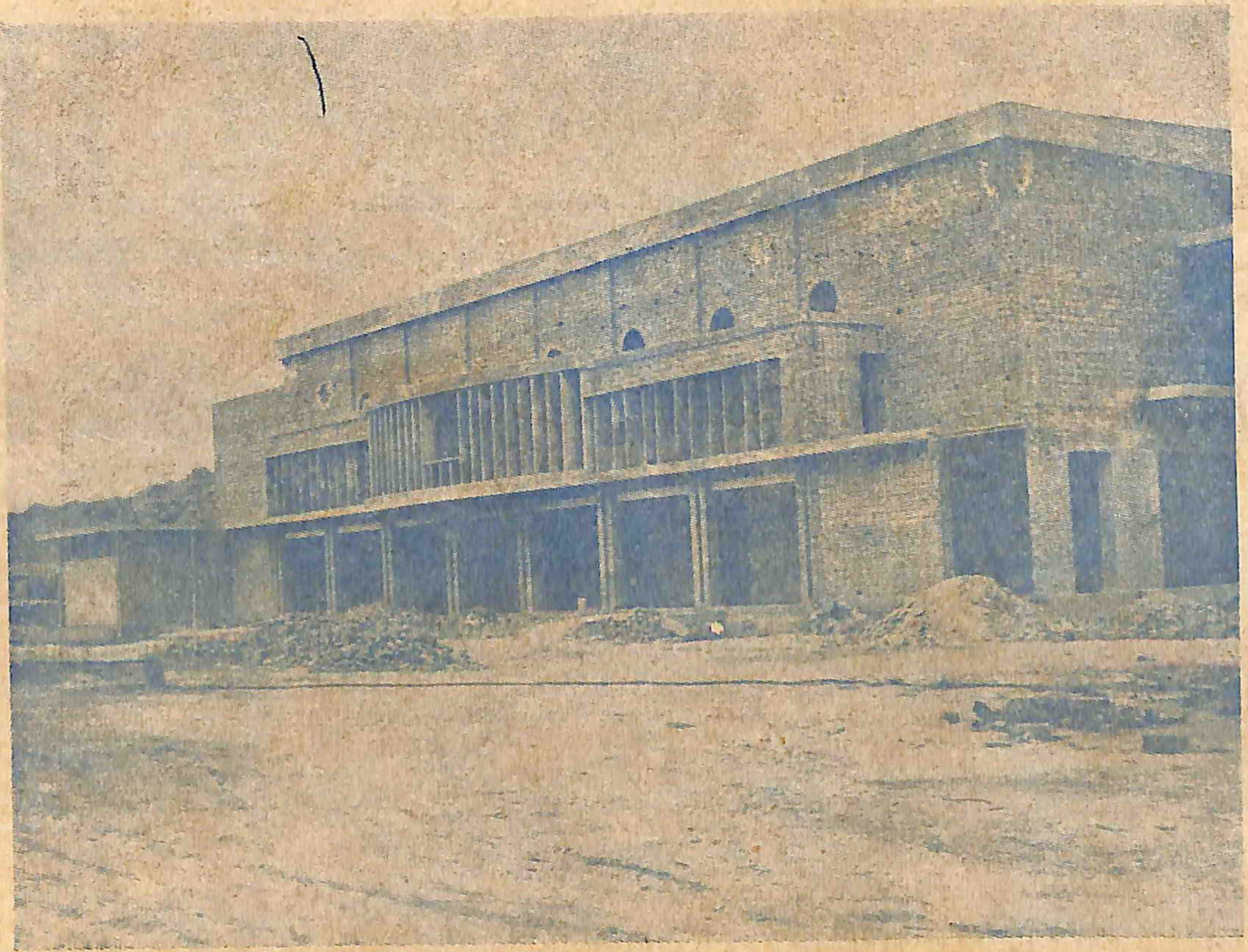
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر تعمیر ہال کا ایک منظر

فی پرچہ ۶۲ پیسے
قیمت سالانہ چھ روپیہ
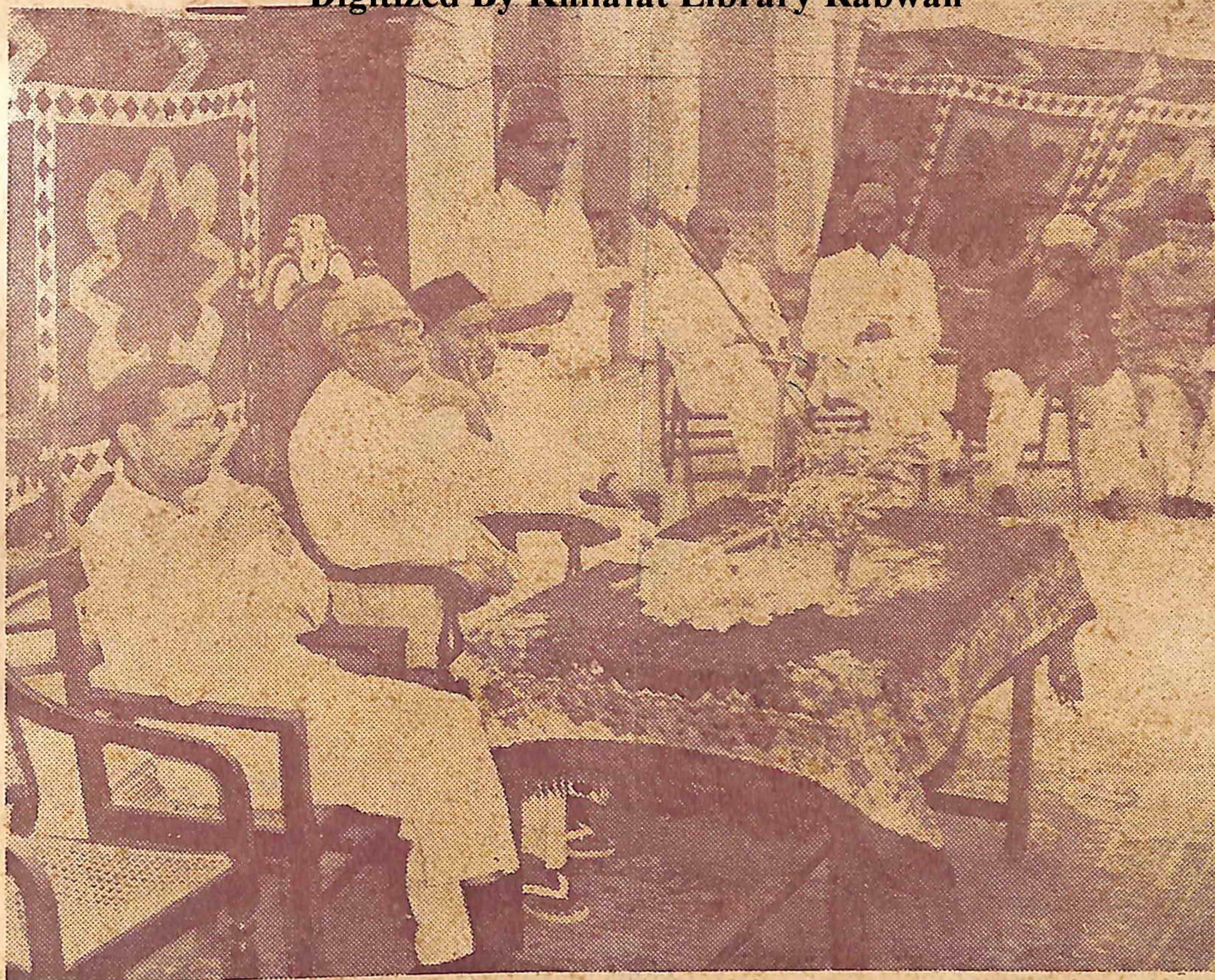
علامہ نیاز فتحپوری مرحوم نے ستمبر ۱۹۶۳ء کو فضل عمر پبلک لائبریری کراچی کا افتتاح فرمایا۔
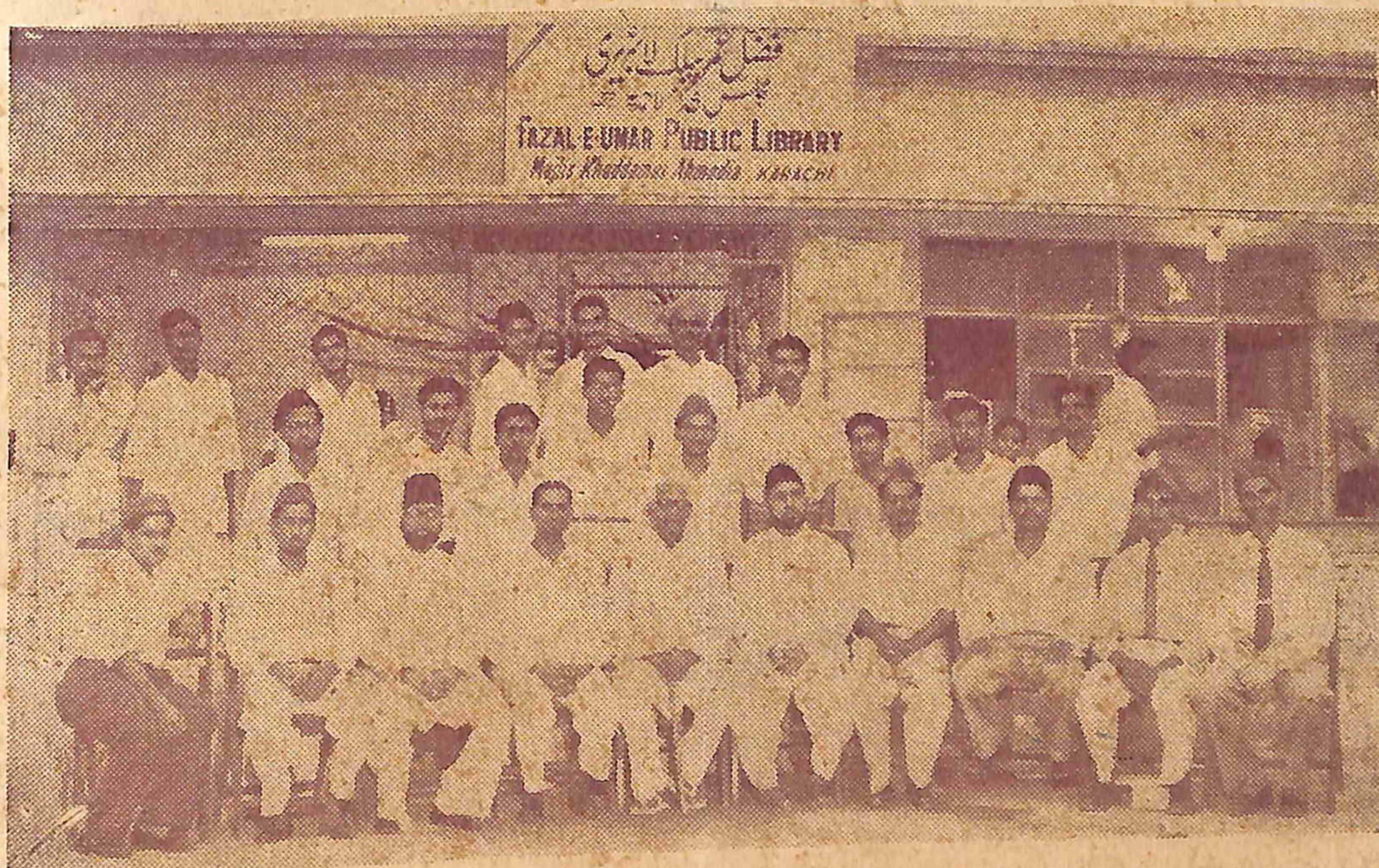
علامہ نیاز فتحپوری مرحوم اراکین مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے ساتھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

مدیران

رفیق احمد ثاقب ——— محمد شفیق قیصر

نائب

مرزا مغفور احمد

جلد ۱۳	احسان ۱۳۴۵ ہش	۱۱ صفر تا ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ	جون ۱۹۶۶ء	شمارہ ۸

ترتیب

(سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

جستہ جستہ
(ادارہ)

خدمتِ دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کریں

ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے ایک مامور کی قائم کردہ جماعت ہے جسے دین کی عظمت اور اہمیت کا سب سے زیادہ احساس ہونا چاہیئے۔ بالخصوص ہم نوجوانوں پر اس ضمن میں بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم دین کی خدمت کا فکر رکھیں، خدمتِ دین کو خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام سمجھیں اور دنیا کی بڑی سے بڑی عزت کو اس کے مقابلہ میں بالکل حقیر اور ذلیل سمجھیں۔

اس وقت تبلیغی میدان میں جماعت احمدیہ نے دنیا میں جو کامیابی حاصل کی ہے اس کی وجہ سے تمام دنیا کی نگاہیں ہم پر جمی ہوئی ہیں اور اب بڑے بڑے مدبر علی الاعلان یہ کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ اس زمانے میں اگر عیسائیت کا مقابلہ کوئی جماعت کر سکتی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ ہمیں ہرگز یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام، قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے کا کام ہمارے سپرد کیا ہے اور یہ کام اتنا عظیم الشان ہے کہ جب تک ہم مجنونانہ رنگ میں محنت اور کوشش نہ کریں گے اس وقت تک اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اس وقت تمام دنیا کی نظریں ہماری طرف لگی ہوئی ہیں اور دنیا ہم سے ایک روحانی انقلاب چاہتی ہے ایسا روحانی انقلاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ہوا۔ اسلام کی روحانی تاثیرات جو ایک مدت سے قصۂ پارینہ بن چکی ہیں ہم نے اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دوبارہ زندگی کے خون سے ان کی آبیاری کرنی ہے اور اسے ایک عظیم ترین خدائی طاقت ثابت کرنا ہے۔ پس یہ عظیم الشان کام اس امر کا متقاضی ہے کہ ہم اسی وقت دین کو دنیا پر مقدم کریں اور دین کی خدمت اور اس کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویٰ کا عملی ثبوت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے اسلئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے۔ یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۸۹)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی جماعت کو بار بار وقفِ زندگی کی تلقین و تحریک کی ہے اور مستقل

اصولی تحریک فرمائی ہے کہ ہر احمدی گھرانہ کم از کم اپنے ایک فرد کی زندگی وقف کروائے۔ اگر جماعت احمدیہ حضورؓ کی اس تحریک پر ہمیشہ ہمیش کے لئے عمل پیرا رہے تو خود بخود واقفینِ زندگی کی اتنی کثیر تعداد مہیا ہوتی رہیگی کہ شاید کسی مزید تحریک کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ ایک جگہ بڑے درد سے حضورؓ فرماتے ہیں:۔

"پس اب بھی سنبھلو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار لوگ اب بہت تھوڑے رہ گئے ہیں...... پھر میرے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں کہ میری عمر کتنی ہوگی۔ پس یہ بڑے خطرات کے دن ہیں اسلئے سنبھلو، اپنے نفوس سے دنیا کی محبتوں کو سرد کرو اور دین کی خدمت کے لئے آگے آؤ اور ان لوگوں کے علوم کے وارث بنو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت پائی۔ تا تم آئندہ نسلوں کو سنبھال سکو۔ تم لوگ تھوڑے تھے اور تمہارے لئے تھوڑے مدرس کافی تھے مگر آئندہ آنے والی نسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور ان کے لئے بہت زیادہ .... مدرس درکار ہیں۔ پس اپنے آپ کو دین کے لئے **وقف** کردو اور یہ نہ دیکھو کہ اس کے عوض تمہیں کیا ملتا ہے۔ جو شخص یہ دیکھتا ہے کہ اُسے کتنے پیسے ملتے ہیں وہ کبھی خدا تعالیٰ کی نصرت حاصل نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کو ملتی ہے جو اس کا نام لیکر سمندر میں کود پڑتا ہے چاہے موتی اس کے ہاتھ میں آجائیں اور چاہے وہ مچھلیوں کی غذا بن جائے۔" (الفضل سالانہ نمبر سنہ ۶۵ صفحہ ۳)

ہر سال ان ایام میں وطنِ عزیز کی نئی پود سکولوں یا کالجوں کے امتحانات سے فارغ ہو کر اپنے لئے کسی فائدہ بخش کیریکیرٔ کی تلاش میں سرگرداں ہوتی ہے ایسے موقعہ پر ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ احمدی نوجوانوں کو ان کے بہترین کیریکیر —— وقفِ زندگی —— کی طرف راغب کریں۔ نہایت خوش بخت ہوں گے وہ نونہال جو یہ "بہترین کیریکیر" اختیار کریں گے اور صحیح معنوں میں اسے نبھا کر اپنے رب کے بے شمار فضلوں اور رحمتوں کے وارث بنیں گے یقیناً آنے والی نسلیں ان واقفینِ زندگی پر فخر کریں گی اور دونوں جہانوں کی کامیابی ان خوش بختوں کے قدم چومیگی انشاء اللہ۔

۲۔ مرکزی تربیتی کلاس

ان دنوں ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی تیرھویں پندرہ روزہ سالانہ تربیتی کلاس کے باعث ماشاء اللہ خوب چہل پہل اور رونق ہے۔ ہم اس کلاس میں شرکت کرنے والے سب بھائیوں کو اھلاً وسھلاً و مرحباً کہتے ہوئے ان کی دینی و دنیوی فلاح کے لئے دعاگو ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ وہ ان ایام سے پورا فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کرینگے اور اس کلاس کے انعقاد کی غرض و غایت کو احسن رنگ میں پورا کرنے والے بنیں گے۔

ہماری اس کلاس کی اصل غرض و غایت احمدی نوجوانوں کی صحیح دینی رنگ میں تربیت کرنا ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ یہ مقصد بتمام و کمال ان گنتی کے چند ایام میں تو پورا نہیں ہو سکتا، صرف اپنی منزلِ مقصود کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کو اُن کے چند بنیادی فرائضِ منصبی سے آگاہ کیا جا سکتا ہے یا پھر بطور نمونہ چند ایسی علمی و عملی مشقیں کروائی جا سکتی ہیں جو اُن کی آئندہ تعلیم و تربیت کے لئے ایک بنیاد کا کام دے سکیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور احسان ہے کہ گزشتہ چند سالوں کے دوران ایسی جو تربیتی کلاسیں منعقد ہوئی ہیں وہ احمدی نوجوانوں کی تربیت و اصلاح کے لئے نہایت درجہ مفید ثابت ہوئی ہیں اور ان کلاسوں میں شرکت کرنے کے نتیجہ میں متعدد نوجوانوں کی گویا کایا ہی پلٹ گئی۔ کتنے ہی نوجوان ہیں جنہوں نے اپنے اندر پیدا ہونے والی نیک تبدیلی کا خود اعتراف کیا ہے۔ اور کتنے ہی ایسے ہیں جن کے متعلق اُن کے والدین، رشتہ دار اور قریبی تعلق رکھنے والے یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ مرکزی تربیتی کلاس نے اُن پر کیا جادو کا سا اثر کیا ہے۔

اس وقت جہاں ہم احمدی نوجوانوں کو مرکزی تربیتی کلاس میں شرکت کی دعوت اور ترغیب دے رہے ہیں وہاں یہ تنبیہہ کرنی بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ طبائع میں یہ نیک انقلاب یس یونہی نہیں آجاتا بلکہ ضروری ہے کہ اس کے لئے سچی طلب بھی ہو اور پھر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے انسان پورا مجاہدہ کر کے اپنے نفس کو پوری طرح مغلوب کرے۔ پس جو نوجوان اس مختصر تربیتی کورس میں شرکت کے لئے آتے ہیں وہ پوری کوشش کریں کہ انہوں نے اپنے میں ایک نیک تبدیلی پیدا کرنی ہے۔ اور جو جو اچھی باتیں انہیں اس دوران بتائی جاتی ہیں اُن پر خلوصِ قلب سے عمل پیرا ہونا ہے اور جب وہ یہاں سے جائیں تو یہ عزم لیکر جائیں کہ نہ صرف انہوں نے خود اپنی اصلاح کرنی ہے بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں میں بھی یہی جذبہ پیدا کرنے کی سعی کرنی ہے۔ اور جس طرح ایک شمع سے دوسری شمع روشن ہوتی ہے اسی طرح انہوں نے اس شمعِ ہدایت اور اپنے نورِ ایمان سے کتنی ہی اور قندیلیں روشن کرنی ہیں۔

تفسیر صغیر کا نیا ایڈیشن

یہ چند سطور اس قلبی مسرت کے اظہار کے لئے تحریر ہیں جو ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تالیف کردہ تفسیر صغیر کے نہایت عمدہ دیدہ زیب ایڈیشن کو دیکھ کر حاصل ہوئی۔ اس عظیم الشان اور بے نظیر کتاب کی معنوی خوبیوں کا تو ایک زمانہ پہلے ہی مداح تھا۔ اب حال ہی میں جو اس کا پانچواں ایڈیشن عکسی طباعت میں اعلیٰ قسم کے آرٹ پیپر پر شائع ہوا ہے وہ صوری لحاظ سے بھی ایسا دیدہ زیب ہے کہ جی باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ادارۃ المصنفین کے دفتر کے باہر — کہ جو اس کتاب کا ناشر ادارہ ہے — خریداروں کا اژدہام اس بین پیشکش

کی مقبولیتِ عامہ کا کافی ثبوت ہے۔ عموماً ہر جمعہ کی شام کو جلد بندی کے کارخانہ سے تیار شدہ کتب کا بنڈل جو تین چار صد نسخوں پر مشتمل ہوتا ہے لاہور سے ربوہ پہنچتا ہے تو اگرچہ ان کی تقسیم کے لئے اگلے روز صبح ۸ بجے کا وقت مقرر کیا گیا ہوتا ہے تاہم قدردانوں کا ایک ہجوم سرِ شام ہی اسے حاصل کرلینے کے لئے بیتاب نظر آتا ہے اور متعلقہ کارکنان کے لئے "یک انار و صد بیمار" کے مصداق اچھی خاصی مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔

باوجود اتنی خوبیوں اور کتابت، طباعت، کاغذ اور جلد بندی کے اعلیٰ معیار کے اس کتاب کا ہدیہ فقط پچیس روپے رکھا گیا ہے۔ اور پہلے تین ماہ کے دوران مزید پانچ روپے کی کمی کر دی گئی ہے۔

جو خدام بھائی یہ کتاب حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں انہیں جلدی توجہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ انہیں اس سے محروم رہنا پڑے گا یا اگلے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا جو کتابت وطباعت وغیرہ کے لحاظ سے تو اسی موجودہ ایڈیشن کا ہی چربہ ہوگا لیکن اس میں کاغذ نسبتاً ہلکی قسم کا استعمال ہوگا۔

خلافتِ ثالثہ کے عہد کی اس پہلی حسین پیشکش پر ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اسی طرح ادارۃ المصنفین نیز متعلقہ کاتب، بلاک میکرز اور چھاپہ خانہ کے منتظمین کی محنت اور خلوص کو سراہتے ہیں کہ جس کے باعث یہ کتاب اپنے موجودہ ظاہری معیار تک پہنچی۔

۴۔ علّامہ نیاز فتحپوری کی وفات کا سانحہ

علامہ نیاز فتحپوری مدیر اعلیٰ نگار پاکستان کی وفات ادبی دنیا کا افسوسناک سانحہ ہے۔ مرحوم ہند و پاک کی بزمِ ادب کی قدیم یادگار اور اردو کے صاحبِ طرز ادیب و مسلّمہ نقاد تھے۔ کثیر التعداد علمی و ادبی اور مذہبی کتب کے مصنف تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں اسلام کی جو عظیم الشان خدمات سرانجام دیں ان کے دل سے مدّاح تھے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدماتِ دینیہ بالخصوص تفسیر کبیر کے برملا معترف تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے فضل و رحم کے سایہ میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارہ خالد اس عظیم صدمہ پر مولانا موصوف کے خاندان سے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

قارئین خالد کی توجہ کے لئے

گزشتہ شمارہ سے خالد میں واقعات اور سوالات کے دو نئے کالم شروع کئے گئے تھے افسوس ہے کہ ابھی اس بارہ میں ہمیں قارئین کرام کا بہت کم عملی تعاون حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ گزشتہ شمارہ کی اشاعت کے بعد ہمیں صرف دو اصحاب نے سوال یا واقعہ بھجوایا ہے۔ اسی وجہ سے اس شمارہ میں یہ دو کالم جاری نہیں رکھے جاسکے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ادارہ سے تعاون فرمائیں تاکہ یہ نہایت مفید اور دلچسپ کالم باقاعدہ جاری رکھے جاسکیں

معارف القرآن

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ○	۱۵	انسان کو اُس نے بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔
وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ○	۱۶	اور جنوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا ہے۔
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○	۱۷	پس بولو کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟
رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ○	۱۸	وہ دونوں مشرقوں کا بھی رب ہے اور دونوں مغربوں کا بھی رب ہے۔
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○	۱۹	اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○	۲۰ ۲۱	اس نے دو سمندروں کو اس طرح چلایا ہے کہ وہ ایک وقت میں مل جائیں گے (سرِ دست) ان کے درمیان ایک پردہ ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے میں داخل نہیں ہو سکتے۔
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○	۲۲	اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟
يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○	۲۳	ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○	۲۴	پھر بولو کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ○	۲۵	اور اسکی بنائی ہوئی کشتیاں (بھی ہیں) اور (اسکے بنائے ہوئے) جہاز بھی ہیں جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○	۲۶	سو بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے؟

سورہ رحمٰن

از تفسیر صغیر

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان کی شاخیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، یا ساٹھ سے کچھ اوپر۔ اور سب سے افضل شعبہ اور شاخ لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہنا ہے اور سب سے آسان ترین یہ ہے کہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا۔ اور حیا (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری و مسلم)

معمولی سے معمولی نیکی کا اجر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی راستہ سے گزر رہا تھا تو اس نے راستہ میں سے کانٹوں والی شاخ ہٹا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی وجہ سے اُسے جنت میں داخل کر دیا۔

(بخاری و مسلم)

اپنے تئیں بُرائی سے بچانا بھی صدقہ ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر صدقہ دینے کے لئے انسان کے پاس کچھ نہ ہو؟ فرمایا اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کر کے خود بھی نفع اُٹھائے اور خیرات بھی کرے۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا غمگین اور بیکس کی مدد کرے۔ صحابہؓ نے کہا اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ آپؐ نے فرمایا بھلائی اور نیکی کی ہدایت کرے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے۔ آپؐ نے فرمایا تو اپنے آپ کو بُرائی میں مبتلا ہونے سے بچائے کہ اس کے لئے یہی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

ہمسایہ سے حُسن سلوک ضروری ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شخص کامل الایمان نہیں، خدا کی قسم وہ شخص کامل مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لاتا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کون شخص ایمان نہیں لاتا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہیں۔

والدہ کی بہن

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالہ بمنزلہ والدہ کے ہے۔ (ترمذی)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تکبر کی باریک در باریک راہوں سے بچنا چاہیئے

حضورؑ فرماتے ہیں :-

" تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے۔ جبکہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے تو اس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی زبان سے نکلتا ہے اور کبھی اس کا اظہار سر سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں اور مومن کو چاہیئے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بو آوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو۔

صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاقِ رذیلہ کے بہت سے جنّ ہیں۔ اور جب یہ نکلتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں مگر سب سے آخری جنّ تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے اور خدا کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔ بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن اُن میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔ اسلئے تکبر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہیئے۔"

(ملفوظات جلد ششم صـ ۴۰۱)

اسی طرح ایک اور جگہ حضورؑ فرماتے ہیں :-

"سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر۔ تا تم پر رحم ہو۔"

(نزول المسیح صـ ۲۵)

احمدی نوجوانوں کے لئے ایک مفید اور نہایت ضروری مقالہ

حفظانِ صحت کی اسلامی تعلیم

(از قلم محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب مہتمم صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مذاہب عالم میں اسلام اس پہلو سے بھی نمایاں شان رکھتا ہے کہ بنی نوع انسان کو روحانی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ جسمانی پاکیزگی کی بھی ایک بے نظیر تعلیم دیتا ہے بلکہ روحانی پاکیزگی کے حصول کے لئے بدنی پاکیزگی کو پہلا قدم قرار دیا ہے۔ پھر اس پہلو سے یہ تعلیم اتنی مکمل، با ترتیب اور مربوط ہے کہ عقل انگشت بدنداں رہ جاتی ہے اور روح اس علیم و حکیم رحمان خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے جس نے قرآن کریم کی صورت میں ہمیں ایک ایسا کامل الوجود جہان عطا فرمایا جس میں کہیں کوئی رخنہ نظر نہیں آتا اور نظر اس کی عظیم وسعتوں میں کھو کر بار بار تھکی ماندی واپس لوٹ آتی ہے مگر کوئی کجی تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہاں ہر بار جب وہ لوٹتی ہے تو اس کی جھولی خدا تعالیٰ کی بے پناہ حکمتوں اور بے حد و بساط لطافتوں کے نئے نئے انمول جواہر سے بقدر ظرف بھری ہوئی ہوتی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ ایک ایسا نبی کامل بھی ہمیں عطا فرمایا جو مجسم قرآن بن کر ہمارے اندر ظاہر ہوا اور ہر رنگ و نسل، قوم و وطن اور ہر زمانہ کے لئے حسنِ خَلق و خُلق کا ایک بے مثل اسوۂ حسنہ بن کر ہمیں ہمیشہ کے لئے تقلید کی دعوت اور ہمت عطا فرما گیا اور ترقی کی اُن تمام مشکل راستوں پر قدم مار کر دکھا دیا جن تک پہنچنے کا اس سے قبل عاجز انسان تصوّر بھی نہ کر سکتا تھا۔

رُوح اور بدن کے رشتہ پر اُس نے وہ روشنی ڈالی جو اس سے قبل کے انبیاء اور رشیوں پر ظاہر نہ ہوئی تھی اور فلسفہ دانوں اور عقدہ وروں کی رسائی سے بالاتر تھی۔ اسی برگزیدہ نبیؐ کی کامل تعلیم سے خوشہ چینی کرتے ہوئے اس کے عاشقِ کامل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"واضح ہو کہ قرآن شریف کی رُو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں ..... اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع و خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے

اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۸-۱۹)

پھر فرماتے ہیں :-

"جس قدر ہمارا کھانا پینا، سونا جاگنا، حرکت کرنا، آرام کرنا، غسل وغیرہ کرنا افعالِ طبعیہ ہیں یہ تمام افعال ضروری ہماری روحانی حالات پر اثر کرتے ہیں۔ ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے ...... روح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہیں —

غور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی ماں جسم ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۲۱)

پھر فرماتے ہیں :-

"ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے۔"

پس اسلام کوئی ایسی فرضی فلاسفی دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتا جو روحانیات کو جسمانیات سے الگ اور لاتعلق خیال کرتے ہوئے جسمانی حالتوں سے بے نیاز کوئی روحانی اصلاح کا پروگرام پیش کرے۔ بلکہ یہ مذہب فطرت اصلاحِ روح کا آغاز اصلاحِ بدن سے کرتا ہے اور روحانی تعلیم کی طرح یہ تعلیم بھی ایسی ایسی باریک حکمتوں اور مصالح پر مبنی ہے کہ عمریں اس علم میں صرف کرنے کے بعد بھی ماہرین ابدان کی نظر ان تک نہیں پہنچ سکی جو چودہ سو سال قبل اس نبی اُمّی نے اپنے رحمان خدا سے سیکھ کر دنیا کو سکھائے تھے۔

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر کا اقتباس اُوپر گزر چکا ہے چونکہ اسلامی فلاسفی کی رُو سے "غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر پڑتا ہے" اس لئے حفظانِ صحت کی اسلامی تعلیم کی ابتداء حرام و حلال کی تمیز سے شروع ہوتی ہے۔ اسلام ایسے تمام جانور جن کا گوشت انسان کی روحانی اور جسمانی صحت کے لئے مضر ہو سکتا ہے ایک مسلمان پر حرام قرار دیتا ہے اور ایسے تمام جانور جن کا گوشت صحتِ انسانی کے لئے مضر نہیں ہو سکتا حلال قرار دیتا ہے لیکن اس ضروری شرط کے ساتھ کہ اُن کے ذبح کا طریق بھی حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق ہو — پس چوٹ کھا کر مرے ہوئے یا درندوں کے مارے ہوئے، دم گھونٹ کر مارے گئے یا طبعی موت مرے ہوئے تمام جانوروں کا گوشت خواہ فی ذاتہ حلال ہی کیوں نہ ہو حرام ہو جاتا ہے۔ پھر ذبح سے قبل بسم اللہ پڑھنے کی شرط ضروری قرار دیکر دیگر امور کے علاوہ اس حقیقت کی طرف بھی انسان کی توجہ مبذول کرواتا ہے کہ حفظانِ صحت کی تمام احتیاطیں بے کار ہیں جب تک خدا تعالیٰ کی تائید اور حفاظت شاملِ حال نہ ہو۔ کیونکہ انسانوں کے لئے غذاؤں سے پہنچنے والے خطرات کے مواقع اتنے کثیر اور باریک در باریک اور انسانی علم اور

اس کی دفاعی قوتیں اتنی محدود ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر اس کی تمام احتیاطیں بے سود ثابت ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف ذبح سے قبل بسم اللہ پڑھنے کا ارشاد نہیں فرمایا بلکہ ہر قسم کی کھانے پینے کی اشیاء کے استعمال سے قبل بسم اللہ پڑھنا ضروری قرار دے دیا۔ چنانچہ کثرت سے احادیث میں مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کھانے اور مشروب سے قبل خود بھی بسم اللہ پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی کی تاکید و نصیحت فرماتے تھے۔

اس سنت و ارشادِ نبوی میں یہ باریک حکمت بھی موجود ہے کہ روحانی اور جسمانی صحت پر محض کھانے کی قسم ہی اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ وہ ذہنی کیفیات بھی اثر انداز ہوتی ہیں جو کھاتے یا پیتے وقت انسانی قلب و ذہن پر مسلط ہوں۔ پس اگر ذہن اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو کر پاکیزہ کیفیات کا مصدر بن جائے تو ضرور ہے کہ ایسی حالت میں کھائی ہوئی پاکیزہ غذا کا اثر بھی اسی حد تک پاکیزہ ہو۔

اس امر کا ثبوت کہ واقعۃً ایسا ہوتا ہے کہ آجکل کی طبی تحقیق سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اطباء بعض سوکھے سڑے غصیلے مریضوں کو تاکید کرتے ہیں کہ کھانا کھاتے وقت غصہ نہ کیا کریں اور ہشاش بشاش رہیں تاکہ کھانا بہتر رنگ میں جزوِ بدن بن سکے۔

طیّب کی شرط:۔

اسلام صرف کھانے کی قسم ہی معین نہیں کرتا بلکہ اس کی کیفیت پر بھی ضروری پابندیاں عائد کرتا ہے۔ بہت سے ایسے کھانے ہو سکتے ہیں جو حلال ہونے کے باوجود اپنی وقتی کیفیت کی بناء پر صحتِ انسانی کے منافی ہوں یا انسانی سوسائٹی پر بُرے رنگ میں اثر انداز ہو سکتے ہوں۔ چنانچہ ایسے تمام پھل اور گوشت وغیرہ جن میں گلنے سڑنے کے آثار ظاہر ہو چکے ہوں طیب کی حد سے نکل جاتے ہیں اسی طرح تمام ایسی بدبودار اشیاء بھی جن کی بو نفیس طبع سوسائٹی کے لئے تکلیف دہ ثابت ہو حلال ہونے کے باوجود طیب نہیں کہلا سکتے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بدبودار درخت میں سے کچھ کھائے (اشارہ لہسن اور پیاز کی طرف تھا) ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے اس لئے کہ فرشتے بھی ہر اس چیز سے ایذا پاتے ہیں جس سے انسان دُکھ محسوس کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ باب المساجد و المواضع الصلوٰۃ ص۱۵۰ بخاری و مسلم) البتہ پکے ہوئے پیاز کے بارے میں یہ ہدایت نہیں کیونکہ اسکے کھانے سے مُنہ سے کسی قسم کی بو نہیں آتی جو دوسروں کے لئے باعثِ آزار ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زندگی کا جو آخری کھانا کھایا اس کے بارہ میں حضرت عائشہ رضؓ کی روایت آتی ہے کہ اس کے سالن میں پیاز بھی ایک جُز تھا۔

پس حلال کے ساتھ طیب کی شرط نے ماکولات کی اقسام ہی کو نہیں کیفیات کو بھی مدنظر رکھنے کی طرف انسان کو خاص طور پر متوجہ کر دیا۔ کھانے کے طریق اور آداب کے سلسلہ میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت لطیف اور پُرحکمت تعلیم عطا فرمائی لیکن اس کے ذکر سے قبل بدنی صفائی اور پاکیزگی سے متعلق بعض اور

امور کا بیان ضروری ہے تاکہ مناسب ترتیب قائم رہے۔

پاکیزگی نصف ایمان ہے

بدنی پاکیزگی پر اسلام نے جس قدر زور دیا ہے کسی اور مذہب، تہذیب یا تمدن نے ایسا زور نہیں دیا۔ دیکھئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا مبارک کلمہ اس کی اہمیت کو کس شدت سے واضح کرتا ہے۔ حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"پاکیزگی نصف ایمان ہے۔"

بدنی پاکیزگی سے متعلق اسلامی تعلیم کو مختصراً مندرجہ ذیل مدارج میں بیان کیا جاسکتا ہے:- اول

بول و براز سے جسم کو بچانا

گندگی اور نجاست سے بدن کو بچانے کی ایسی ایسی اور اس اس رنگ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ کوئی مسلمان اسے نظر انداز کرہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ایک شخص دکھایا گیا جو محض اس بناء پر عذاب میں مبتلا تھا کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے بدن کو بچاتا نہ تھا۔ چنانچہ آپؐ نے ایک مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا کہ:-

(ا) وہ ہر مرتبہ حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہونے کے بعد پانی مہیا ہونے کی صورت میں پانی سے ورنہ مٹی سے اپنے بدن کو اچھی طرح صاف کرے۔

(ب) حتی المقدور اپنے ہاتھوں کو غلاظت سے مَس ہونے سے بچائے۔

(ج) اس مقصد کے لئے صرف بایاں ہاتھ استعمال کرے۔

(د) اسے بھی بعد ازاں مٹی وغیرہ سے مَل مَل کر دھوئے۔

بظاہر یہ باتیں چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن جہاں تک میرا علم ہے نہ تو دنیا کے کسی دوسرے مذہب نے اس تفصیل اور تاکید کے ساتھ اپنے متبعین کو ایسی ہدایات دی ہیں نہ ہی آج تک انسان تہذیبی ارتقاء کے ذریعہ از خود ان چھوٹے چھوٹے امور کو سیکھ سکا ہے چنانچہ عیسائی یورپ اپنی تہذیب و تمدن کی عظیم الشان ترقی کی ڈینگوں کے باوجود آج تک پانی سے طہارت کرنے کے پاکیزہ طریق سے نابلد ہے اور محض سوکھے کاغذوں سے صفائی کرنا کافی سمجھتا ہے اور وہ جس حد تک ہو سکتی ہے اس کا تصور باندھنا کسی کے لئے مشکل نہیں۔ یہی نہیں بلکہ پیشاب کے بعد تو کسی قسم کی طہارت کا بھی کوئی تصور مغربی تہذیب میں موجود نہیں جس کی وجہ سے اُن کے لباس کے بعض حصّے عفونت کے پلندے بن جاتے ہیں اور جدید اطباء بسا اوقات مضامین کے ذریعہ اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ یہ بد عادت بہت سی بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہو رہی ہے۔ اسی طرح گو یہ بات بھی چھوٹی سی ہے لیکن ان کی تہذیب نے از خود دائیں اور بائیں ہاتھ کے مابین کاموں کی تفریق کا گر آج تک نہیں سکھایا۔

بعض مزید احتیاطیں

اسلام صرف طہارت کے لئے ہی بائیں ہاتھ کے استعمال کی قید نہیں لگاتا بلکہ ہر ایسی گندگی کو دور کرنے

کے لئے جیسے ہاتھ لگانا ناگزیر ہو جائے بائیں ہاتھ کو مخصوص کرتا ہے جیسے ہاتھ لگانا ناگزیر ہو جائے بائیں ہاتھ کو مخصوص کرتا ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان ہر قسم کی آلودگی کو دور کرتے وقت، کوئی گری پڑی مشکوک چیز اُٹھاتے ہوئے یا ناک صاف کرتے وقت عادتاً ہمیشہ بایاں ہاتھ ہی استعمال کرتا ہے جس میں ایک بہت بڑی حکمت یہ ہے کہ اس طرح دایاں ہاتھ یقینی طور پر آلودگیوں سے بالکل لاتعلق ہو جاتا ہے اور کھانے وغیرہ کے لئے یا پاکیزہ چیزوں کو ہاتھ لگاتے وقت انسان اُسے بے دھڑک اور بے خوف استعمال کر سکتا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ اِن چھوٹی چھوٹی باتوں نے مرتّب ہو کر حفظانِ صحت کے بعض بنیادی اصولوں کا کیا پیارا خاکہ کھینچ دیا ہے۔

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ بہت سی بیماریاں ہاتھوں کے ذریعہ آلودگی اور جراثیم کے کھانے کی طرف منتقل ہو جانے سے پھیلتی ہیں۔ پس اوّل تو اسلام آلودگی کے جسم سے مَس ہونے کے مواقع ہی کم کر دیتا ہے پھر پانی کے استعمال کے ذریعہ ساتھ ساتھ ان کی صفائی کا انتظام فرماتا ہے۔ پھر ایک ہاتھ کو اس کام کے لئے معیّن کرتا اور بعد ازاں اس کی صفائی پر بھی غیر معمولی زور دیتا ہے لیکن اسی پہ اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اس خطرے کا ہر دروازہ بند کرنے کے لئے کہ آلودگی اشیائے خوردنی کی طرف کوئی راہ پاجائے اکل و شرب کے لئے اس ہاتھ کا استعمال ہی ممنوع فرما دیتا ہے جس کے ساتھ کوئی آلودگی لگے رہ جانے کا دور کا بھی احتمال ہے۔ (روایات ۵ و ۶)

دائیں ہاتھ کو آلودگی سے کلیّۃً بچانے کے احکامات کے باوجود یہ امکان ہو سکتا تھا کہ نیند کی حالت میں دایاں ہاتھ بھی کسی آلودگی سے مَس کر جائے پس بیداری کے بعد دائیں ہاتھ کی صفائی پہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی زور دیا اور اچھی طرح دھوئے بغیر پانی کے برتن میں دایاں ہاتھ ڈالنے کی سختی سے مناہی فرما دی۔

بدن کے ساتھ بعض آلودگیوں کے چپکے رہ جانے کے احتمال کو اور کم کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بالوں کو صفا کرنے کا ارشاد بھی فرمایا ہے جن کے ساتھ آلودگی کے لگے رہ جانے کا خطرہ واضح ہے۔ ناخن کٹوانے کا ارشاد بھی اسی حکمت پر مبنی ہے۔ یہ اسلامی تعلیم بھی ایسی ہے جس سے لاعلمی کی بناء پر اہلِ مغرب کے بدن کئی قسم کی عفونتوں کا شکار رہتے ہیں اور ان کی تہذیب ازخود ان چھوٹے چھوٹے امور کو سیکھنے سے قاصر رہی ہے۔ کئی جاہل اہلِ مغرب بعض اوقات رعونت سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر زور دینے سے جو مہذّب انسان ازخود سیکھ سکتا ہے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا دائرہ تعلیم دراصل عرب کے جاہل بدوؤں تک ہی محدود تھا۔ لیکن امرِ واقع یہ ہے کہ آج کا مہذّب انسان بھی اِن چھوٹے امور میں اسلام کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے کا ویسے ہی محتاج ہے جیسے آج سے چودہ سو برس قبل عرب کے جاہل بدو تھے۔

دانتوں کی صفائی

دانتوں کی صفائی کو ہی لے لیجئے۔ قسم قسم کے منجنوں اور برشوں کی ایجاد کے باوجود انسان آج بھی

مُنہ کی صفائی کے اُن آداب سے بے بہرہ ہے جن کے بغیر مُنہ کی صفائی کی کوئی ضمانت نہیں لی جاسکتی۔ تہذیب نے اس قدر تو انسان کو سکھا دیا کہ دانت سفید ہونے چاہئیں اور صبح کے منجن کی عادت بھی بہت سے مہذب انسانوں کو ڈال دی لیکن اس گُر سے آشنا نہ کرسکی کہ مُنہ کی صفائی اور صحت اِس عادت کے برقرار نہیں رکھی جاسکتی کہ ہر کھانے کے بعد اچھی طرح کلی کرکے مُنہ کو بار بار صاف کیا جائے اور اسی پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ اس کے علاوہ بھی پانچ چھ مرتبہ (عبادت سے قبل) مُنہ کو اچھی طرح صاف کرلیا جائے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُنہ کی صفائی کی جس شدت سے تاکید فرمائی ہے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل احادیث سے ہوسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لئے یہ امر گراں ہوگا تو میں انہیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز دیر سے پڑھا کریں اور (ساتھ ہی یہ حکم بھی دیتا) کہ ہر نماز (پڑھنے) سے پہلے مسواک کیا کریں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کے ذریعہ مُنہ کی صفائی ہوتی ہے اور یہ امر (مسواک کرنا) اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے۔

حضرت ابوامامہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بھی حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے ہیں انہوں نے مجھے مسواک کرنے کا حکم دیا ہے اور البتہ میں ڈرا کہ کہیں مسواک (زیادہ کرنے) کی وجہ سے مُنہ کے اگلے حصّہ کو نہ چھیل لوں۔

اگر اہلِ مغرب مُنہ کی صفائی سے متعلق ہی اسلام کی تعلیم کو اپنا لیتے تو آج لکھوکھہا اہلِ مغرب کو نوعمری ہی میں دانتوں سے محروم نہ ہونا پڑتا اور ان میں سے اکثر کے مُنہ تعفن کا شکار نہ رہتے۔

واقعہ یہ ہے کہ بظاہر مغرب کی ٹیپ ٹاپ بڑی لاآویز اور ظاہری صفائی دیدہ زیب معلوم ہوتی ہے مگر حقیقی پاکیزگی کے کوچوں سے وہ کلیتہً نابلد اور ناآشنا ہیں۔

حفظانِ صحت کا ایک اور اصل

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم انسانی کے ذریعہ ہر قسم کی آلودگی کا غذا تک پہنچنے کے احتمال کا سختی کے ساتھ قلع قمع فرما دیا۔ لیکن اسی پر بس نہیں فرمائی بلکہ دوسرے امکانی راستوں پر بھی صحت کے راہزنوں کی روک تھام کے لئے مضبوط پہرے بٹھائے۔ آج کی سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ بعض مہلک بیماریوں اور وباؤں کے پھیلنے کی مندرجہ ذیل دو بنیادی وجوہات ہیں۔

(ا) ہم اپنے بلغم، تھوک وغیرہ کو بے دھڑک گلی کوچوں اور کھلی جگہوں میں پھینکتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ تپ دق وغیرہ کے مریضوں کے تھوکے ہوئے جراثیم گرد و غبار کے ساتھ اُڑ کر ناک اور مُنہ کے راستے

دوسرے صحت مند جسموں کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

(ب) کئی قسم کے جانور اور کیڑے مکوڑے جب ان گندگیوں میں منہ مار کر بعد ازاں ہمارے کھانوں اور مشروبات سے شوق فرماتے ہیں تو ساتھ ہی گندے جراثیم بھی لے آتے ہیں۔ گویا غلاظت اور اشیائے خورد و نوش کے درمیان سواریوں کا کام دیتے ہیں اور بڑی بڑی وسیع اور مہلک وبائیں پھیلانے کا موجب بنتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں مذکورہ بالا خطرات کی روک تھام کا لحاظ بھی ملتا ہے۔ چنانچہ آپ سے کثرت سے ایسی ہدایات مروی ہیں جن میں خصوصاً رات کے وقت برتنوں کو کھلا چھوڑنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے جبکہ کئی قسم کے کیڑوں مکوڑوں اور جانوروں کا کھانے پینے کے برتنوں میں منہ مارنے کا احتمال ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب رات شروع ہو یا شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو اس لئے کہ شیطان اس وقت چاروں طرف پھیل جاتے ہیں .....

(احادیث کی رو سے شیطان ایک وسیع اصطلاح ہے جس کے دائرے میں چور، ڈاکو، کتے، دیگر موذی جانور سانپ، بچھو، کیڑے مکوڑے اور جراثیم وغیرہ شامل ہیں) ....

جب رات کی ایک گھڑی گزر جائے تو بسم اللہ کہہ کر گھر کے دروازوں کو بند کر دو اور بچوں کو گھر سے نہ نکلنے دو کیونکہ شیطان بند دروازوں کو نہیں کھولتا۔ اور اپنے مشکیزوں کے دونوں دہانوں کو بسم اللہ کہہ کر باندھ دو اور بسم اللہ کہہ کر ہی اپنے برتنوں کو ڈھانک دو اور چراغ بجھا دو۔ (بخاری و مسلم)

لیکن آپ نے کھانے پینے کی اشیاء کو ڈھانکنے کی ہدایت صرف رات ہی کے لئے نہیں فرمائی، بلکہ دن کے لئے بھی یہی ہدایت جاری فرمائی۔ اور کیوں نہ ہو کہ جراثیم کی دن کو چلنے والی سواریوں کی روک تھام بھی ضروری تھی۔ چنانچہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں ایک انصاری شخص جس کا نام ابوحمید تھا مقام نقیع سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دودھ کا ایک برتن لایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے ڈھانک کر کیوں نہیں لائے۔ اور نہیں تو اس پر ایک لکڑی ہی رکھ لی ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

بلغم اور تھوک وغیرہ کو ڈھانپ دینے سے متعلق بھی بعض ارشاداتِ نبویؐ ملتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحنِ مسجد میں تھوکنے اور پھر اسے کھلا چھوڑ دینے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں میں شمار فرمایا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے۔"

مسجد کو اس ارشاد کے لئے مخصوص کرنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مسجد مسلمان کی سب سے زیادہ استعمال ہونے والی پبلک جگہ ہے اور اس پہلو سے صفائی اور زینت کی خاص محتاج ہے بلکہ بے احتیاطی کرنے پر بیماریاں پھیلانے کا بھی موجب ہو سکتی ہے۔ پس اس زاویہ نگاہ سے دیکھا

جانے تو درجہ بدرجہ تمام پبلک جگہوں میں تھوکنے کی ممانعت مستنبط ہوتی ہے۔

صحت جسمانی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھنے والے کھانے پینے کے بعض اور آداب

کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کا ذکر قبل ازیں گزر چکا ہے۔ اب احادیث نبویؐ کی روشنی میں خورد و نوش کے بعض اور آداب ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں جو صحت جسمانی سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے صبری اور بے قراری کے ساتھ کھانے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ تہذیب کے خلاف ہونے کے علاوہ بے صبری اور افراتفری سے کھانا نظام ہضم پر بھی بہت بری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ اطباء کمزور معدہ مریضوں کو خاص طور پر آہستہ آہستہ چبا کر کھانے کی ہدایت کرتے ہیں۔

کھانے کے دوران برتن میں چاروں طرف ہاتھ مارنا اور بہتر حصوں کی تلاش اور ان تک پہلے پہنچ جانے کی کوشش آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند تھی۔ ظاہر ا بدتہذیبی کے علاوہ اس طریق طعام میں بھی بے صبری پائی جاتی ہے اور ممکن نہیں کہ اس طریق سے کھانے والا صبر و تحمل کے ساتھ مناسب رنگ میں لقمے چبا چبا کر کھائے۔ پس لازماً انہضام پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور تربیت میں تھا میرا ہاتھ رکابی کی طرف تیزی سے بڑھتا تھا (جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز مجھ سے فرمایا۔ بسم اللہ کہہ اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے پاس سے کھا۔ (بخاری و مسلم)

یکلخت ایک سانس میں پانی پینے کی ممانعت

یکلخت ایک ہی سانس میں پانی پی جانا بھی جہاں انسان کی بے صبری اور بے وقارے پن کو ظاہر کرتا ہے وہاں صحت کے لئے بھی مضر ثابت ہو سکتا ہے چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بد عادت سے بھی بڑے لطیف انداز میں منع فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت آتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ایک دم اونٹ کی طرح پانی نہ پیو بلکہ دو تین مرتبہ دم لے کر پیو اور بسم اللہ کہو۔ جب پانی پینا شروع کرو تو بسم اللہ اور جب دوبارہ برتن منہ سے لگاؤ تو الحمد للہ کہو۔

اشیائے خورد و نوش میں سانس لینے کی ممانعت

وقفہ کے بغیر مسلسل پانی وغیرہ پیتے جانے کی ممانعت میں یہ حکمت بھی پیش نظر تھی کہ اس طرح اشیائے خورد و نوش میں گندے سانس کی جو ہو سکتا ہے مہلک جراثیم سے لدا ہوا ہو ملاوٹ شامل نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس حکمت کو مندرجہ ذیل حدیث واضح الفاظ میں بیان کرتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیتے وقت پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا میں پانی میں تنکے پڑے ہوئے دیکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا (ایسی حالت میں) تھوڑا سا پانی پھینک دو۔ پھر اس نے عرض کیا میں ایک سانس میں پانی پینے سے سیراب نہیں ہوتا (یعنی مجھے پیاس بجھنے سے قبل دو تین سانس لینے پڑتے ہیں اور لازماً اس طرح سانس پانی میں پڑتا ہے۔ ناقل) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پیالے کو منہ سے علیحدہ کرو اور پھر سانس لو۔

غسل کی تعلیم

گو پند و نصائح اور تحریص و ترغیب کے ذریعہ بھی مسلمانوں میں غسل کی عادت کو رائج کیا گیا ہے۔ مگر اسلام غسل کی تعلیم کو محض پند و نصائح تک محدود نہیں رکھتا بلکہ بعض مواقع پر اسے واجب اور بعض مواقع پر فرض قرار دیتا ہے۔ چنانچہ جمعہ کے روز غسل کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بخاری شریف میں درج ہے کہ:-

"جمعہ کا غسل ہر مسلمان پر واجب ہے"

پس ایک حقیقی مسلمان کے لئے امر مجبوری کے سوا یہ ممکن نہیں کہ ایک ہفتہ سے زائد عرصہ تک غسل کو ٹال سکے۔ لیکن اس سے بھی ایک قدم آگے اٹھاتے ہوئے کئی مواقع پر اسلام غسل کو فرض قرار دے دیتا ہے اور جوان مسلمان مرد و زن کے لئے وقتاً فوقتاً غسل کرتے رہنا لابدی ہو جاتا ہے۔ ایک مغرب زدہ "مہذب" انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ تو ایک ظاہر بات ہے کہ غسل نہایت ضروری ہے بھلا اسے فرض کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر اس کے اس زبانی اعتراض کو آج مہذب مغرب کا ایک ایک گلی کوچہ زبانِ حال سے رد کر رہا ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ وہاں بہت سے تعلیم یافتہ امیر گھرانوں میں روزانہ ایک مرتبہ غسل کی عادت ملتی ہے۔ مگر چونکہ مذہباً یا رسماً غسل کسی موقعہ پر بھی ضروری نہیں سمجھا جاتا، اس لئے غرباء اور نچلے متوسط طبقہ کی بھاری اکثریت ایسی ہے جو خصوصاً سردیوں میں تو دنوں، ہفتوں، مہینوں غسل کے قریب نہیں جاتی۔ اور گو تہذیب نے انہیں ظاہری ٹیپ ٹاپ اور ریاکارانہ سطحی صفائی سکھا رکھی ہے اور عموماً وہ سفید براق کالروں کی قمیصیں پہنے ہوئے نکٹائی لگائے سوٹوں میں ملبوس جب شام کی سیر کو باہر نکلتے ہیں تو صفائی کا بڑا ادیدہ زیب منظر پیش کرتے ہیں مگر آپ ذرا اس بظاہر صاف ستھرے لباس کی حدوں سے پرے لے جائیے اور ذرا پردہ زندگی میں جھانک کر دیکھئے تو بڑے بڑے کریہہ اور دل ہلا دینے والے مناظر آپ کی جھجکتی ہوئی نظروں کے سامنے پھر جائیں گے۔ ایک ایسا شخص جس نے مہینوں حوائج ضروریہ سے فراغت کے بعد پانی کا استعمال نہ کیا ہو۔ دائیں اور بائیں ہاتھ کی اسے کوئی تمیز نہ ہو۔ وضو کے فقدان کی وجہ سے شیو کے پانی اور نیم گیلے تولیے کے سوا اس کے چہرہ نے کئی کئی دن پانی کی زیارت نہ کی ہو۔ اور جہاں تک باقی بدن کا تعلق ہے وہ تو مطلقاً پانی سے بے نیاز ہو۔ ناخن کٹوانے کی اسے حاجت نہ ہو۔ غلاظت سمیٹنے والے بال استرے سے ناآشنا ہوں۔ کھانے کے بعد کلی نہ کرنے کی عادت کی

وجہ سے منہ متعفن اور بسا اوقات پائیوریا کا شکار ہو چکا ہو۔ پیشاب کے بعد صفائی کے لئے کاغذ تک کے استعمال کی اُسے عادت نہ ہو۔ کیا ایسے شخص کو دنیا کا کوئی لباس بھی پاکیزہ بنا سکتا ہے؟ ہزار کالروں کی سفیدی بھی کیا اس کی ناپاکی کے داغ دھو سکتی ہے نہیں نہیں، قیصر و کسریٰ کے لباس میں بھی وہ اگر باہر نکلے اور اس کے لباس کی چمک دمک لندن اور پیرس کی شاموں کو بظاہر کتنا ہی حسین بنا کر کیوں نہ دکھائے وہ ایک چیتھڑوں میں ملبوس مسلمان کی خاکِ پا کے برابر بھی پاکیزہ نہیں ہو سکتا جس کے ہاتھ پاؤں پانچ یا چھ یا سات مرتبہ ذکرِ الٰہی کی خاطر ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے دھوئے جاتے ہیں۔

گندہ اور پراگندہ حال رہنا فی ذاتہٖ کوئی نیکی نہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدنی پاکیزگی کے علاوہ کپڑوں کی صفائی کا بھی بہت خیال فرماتے تھے۔ بالوں میں بھی تیل لگاتے اور کنگھی کرنے کا اہتمام فرماتے تھے اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ چنانچہ ایک مومن کی مثالی صفائی کا نقشہ اگر ذہن میں رکھنا ہو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ اس کلیہ پر نگاہ رکھیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکلف کو ناپسند فرمایا کرتے تھے لیکن آپؐ کی سادگی میں مثالی صفائی اور نفاست کا عجیب امتزاج تھا اور پیوند لگے ہوئے نہایت سادہ لباس کے باوجود آپؐ صفائی، پاکیزگی اور نفاست کا مرقع تھے۔ سادہ، حلال اور طیب غذا جس کی مقدار کبھی حدِ اعتدال

سے آگے نہ بڑھی تھی۔ بدن اور لباس کو بلور کی طرح شفاف اور پاکیزہ رکھنا اور اپنی مقدس رُوح کی پہنائیوں کو ہر لحظہ ذکرِ الٰہی سے ممسوح رکھنا یہ سب امور وہ تھے جنہوں نے آپؐ کے پسینے تک کو معطر کر دیا تھا۔

چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت آتی ہے کہ میں نے کوئی مشک و عنبر ایسا نہیں سونگھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنِ مبارک کی سی خوشبو ہو۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت آتی ہے کہ آپؐ کا پسینہ بھی بہترین خوشبو تھا۔ چنانچہ ہم اپنے عطر میں اسے ملا لیا کرتے تھے۔

محنت اور مشقت کی زندگی

آپؐ کی پاکیزگی اور نظافت روزمرہ کے کاموں میں ذرہ بھر بھی حائل نہ تھی۔ اور آپؐ کے اُسوہ سے اچھی طرح ثابت ہے کہ صفائی اور نظافت، محنت اور مشقت کے منافی نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص صفائی اس حد تک کرے گا کہ روزمرہ تک کے کام چھوڑ بیٹھے مبادا مٹی اور پسینہ سے بدن آلود ہو جائے یا کپڑوں پر سلوٹیں پڑ جائیں تو اُسے ہم لکھنؤ کا بانکا تو کہہ سکتے ہیں مگر ایک متوازن پاک و صاف انسان کہلانے کا وہ مستحق نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے ہمارے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مثالی صفائی اور نفاست کے باوجود روزمرہ کے کام اپنے ہی ہاتھوں سرانجام دیتے تھے، حتیٰ کہ اپنی جوتیاں تک خود گانٹھ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتیاں خود

گانٹھ لیتے تھے ، اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے اور اپنے
گھر میں اسی طرح کام کرتے تھے جس طرح تم اپنے گھروں
میں کرتے ہو ۔

پاکیزہ ہنسی اور مذاق جس میں جھوٹ کا عنصر
شامل نہ ہو نیکی کے منافی نہیں چنانچہ حضرت رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نہایت شستہ اور پاکیزہ
مزاح ثابت ہے ۔ بلکہ اچھی صحت کے لئے ضروری ہے
کہ انسان کی طبیعت میں شگفتگی پائی جائے اور وہ نرا
خشک مُلّاں ہو کر نہ رہ جائے ۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا
یارسول اللہ ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہم سے
خوش طبعی فرماتے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ ہاں میں سچی بات
کہتا ہوں ۔ (ترمذی)

ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کسی سے گفتگو فرما رہے تھے ایک بڑھیا آئی اور پوچھا
یارسول اللہ ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میں جنت میں
چلی جاؤں گی ؟ آپؐ نے فرمایا کوئی بڑھیا جنت میں نہیں
جائے گی ۔ بڑھیا نے جب یہ سنا تو وہیں واویلا
شروع کر دیا ۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم
کرتے ہوئے فرمایا میرا مطلب تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ
بڑھاپے کی صورت میں کسی کو جنت میں داخل نہیں فرمائیگا
کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ۔ اِنَّا
انشاھن انشاءً فجعلنھن ابکارًا یعنی ہم
عورتوں کو جنت میں دوبارہ پیدا کریں گے اور ہم ان کو
کنواریاں بنا دیں گے ۔

سیر و تفریح اور ورزش

سیر و تفریح اور ورزش انسانی صحت کے لئے
از حد ضروری ہیں اور ہرگز نیکی اور بڑی عمر کی شان کے
منافی نہیں ۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت
ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ
سے دَوڑ کا مقابلہ فرمایا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے
بھی ایک مرتبہ اسلامی غیرت کے اظہار کے طور پر ایک
سکھ کو نیچا دکھانے کے لئے دَوڑ کا مقابلہ ثابت ہے ؛
جس میں آپؑ نے اس کا غرور توڑا اور اسے مات دی ۔
اسی طرح اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے مگدر پھیرنا
بھی آپؑ سے ثابت ہے ۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح
الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادیان سے باہر کبھی کبھی شکار
کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ایک مرتبہ دریائے
بیاس کے کنارے آپ نے اپنے بچوں اور خدام کے ساتھ
دَوڑ کے مقابلے میں بھی شرکت فرمائی ۔ ان ساری پُر حکمت
باتوں پر اگر انسان عمل کرے تو وہ باطنی اور ظاہری حُسن
دونوں سے مالا مال ہو سکتا ہے ۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں :-

" ورزش کی عادت جو ڈالی جاتی ہے
وہ اسی لئے ہوتی ہے کہ انسان کے جسم
میں چستی اور پھرتی پیدا ہو اور اس کے
اعضاء درست رہیں اور اس کی ہمت
بڑھے ۔" (الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۲)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ، پاکیزہ اور جفاکش زندگی نے آپ کے چہرے پر ایک نور کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی جس پر آسمانی نور کے نزول نے ایک اور ہی عالم پیدا کر دیا۔ صحابہؓ کبھی پورے ماہ کے چاند کی طرف دیکھتے اور کبھی اس چہرے کا نظارہ کرتے اور بے اختیار گواہی دیتے کہ وہ نور چاند سے بڑھ کر روشن ہے۔ کبھی اسے آفتاب سے تشبیہ دیتے لیکن اس اقرار کے ساتھ کہ فی الواقعہ وہ نور ہر دوسرے حسن سے بہتر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ گویا آپ کا چہرہ آفتاب کی مانند تھا۔ اور نہ ہی میں نے آپ سے زیادہ کسی کو تیز رفتار پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا یہ عالم تھا گویا زمین کی صف آپ کے قدموں تلے لپیٹی جا رہی ہو ہم آپ کے ساتھ رہنے کیلئے کوشش کر کے چلتے تھے لیکن آپ کی چال میں کوشش اور تکلف نظر نہیں آتا تھا۔ ہاں ایک طبعی روانی تھی۔

آپ صرف عبادتِ الٰہی میں ہی تمام بنی نوع انسان سے زیادہ مستعد نہ تھے بلکہ ایسے پُرخطر مواقع پر بھی جو انسان کی شجاعت، توانائی اور جوانمردی کو للکارتے ہیں آپ مستعدی میں سب دوسروں پر سبقت لے جاتے تھے

چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں بہترین تھے اور سب لوگوں سے بڑھ کر سخی اور دلیر اور شجاع تھے۔

ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ کے لوگ چونک

اور دشمنوں سے ڈر گئے اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ بہت سے لوگ آواز کی طرف لپکے۔ دیکھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے اور فرما رہے تھے کہ ڈرو نہیں۔ آپ اس وقت حضرت ابو طلحہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے جس پر زین نہ تھی اور پیٹھ ننگی تھی۔ آپ کی گردن میں تلوار پڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تو اس گھوڑے کو روانی میں دریا پایا۔

(بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور صلوات ہوں اس رسول پر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس نے صرف روحانی صحت کے متعلق ہی بے قیمت اور بے مثال ہدایات کا سرچشمہ جاری نہیں کیا بلکہ جسمانی صحت کے متعلق بھی ایسی بے نظیر ہدایات فرمائیں کہ اگر مسلمان سوسائٹی ان پر عمل کرے تو پاکیزگی اور نظافت میں دنیا کے لئے نمونہ بن سکتی ہے اور ہر دوسری تہذیب کو اپنی تقلید پر مجبور کر سکتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور غلبہ اسلام

(محترم نسیم سیفی صاحب (ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا رحمت کا نشان مانگا تھا جو حضور کے دعویٰ کی دلیل بن سکتا ہو اور جس سے حضور کی بعثت کے مقصد کے حصول میں آسانی پیدا ہو اور اس کی رفتار کو تیز سے تیز تر کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود کا نشان عطا فرمایا اور حضورؑ کی صداقت اور اسلام کے غلبہ کو مصلح موعود کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام کے غلبہ کے لئے ایک ایسی تڑپ رکھ دی جو کسی مقصد میں کامیابی کے لئے شرط اولین قرار دی جا سکتی ہے اور پھر حضرت مصلح موعودؓ کو ایسے سامان مہیا فرما دیئے جن سے اس مقصد کے حصول میں آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ حضور کو خود اس طرح اور اتنے لمبے عرصے تک کام کرنے کی توفیق ملی کہ دشمن کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ ان کا مشن نہایت کامیاب ہے اور انہوں نے دنیا کے مذاہب پر اپنا سکہ جما لیا ہے۔

جہاں تک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی غلبۂ اسلام کے لئے خواہش کا تعلق ہے بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور نے اٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے ہر حالت میں اسلام ہی کے متعلق سوچا اور اسلام ہی کی ترقی کی سکیمیں بنائیں اور اپنی جماعت کو جو بے شک تھوڑی، غریب اور کمزور ہے اس عظیم الشان کام کے لئے تیار کیا جسے بادشاہوں کو بھی کرنے کی توفیق نہ ملی۔ حضورؓ نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی اعلان فرمایا:۔

"کاش میں اپنی موت سے پہلے دنیا کے دور دراز علاقوں میں صداقتِ احمدیت روشن دیکھ لوں۔ وما ذلک علی اللہ ببعید۔"

اسی طرح حضورؓ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا کرنے کے لئے میرے دل میں ڈالا ہے کہ میں اب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے خاص جدوجہد کروں۔"

چنانچہ اسلام کی باقاعدہ تبلیغ ہی کے لئے حضورؓ نے ۱۹۱۹ء میں نظارت دعوۃ و تبلیغ کا قیام فرمایا اور اور بعد ازاں تحریک جدید کا اجراء فرمایا۔ تحریک جدید کے ذریعہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام اور احمدیت کا پیغام ساری دنیا میں پھیل چکا ہے اور اسلام کے آخری غلبہ کے دن قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اب تک جو کام ہو چکا ہے اس کے متعلق غیر از جماعت

بلکہ بعض معاندینِ احمدیت کی آرا ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) "محترم حفیظ ملک صاحب (نمائندہ نوائے وقت - ناقل) نے اپنے مراسلہ میں احمدی مبلغین اور عیسائی مشنریوں کی افریقہ میں تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے اور اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ احمدی مبلغین کس طرح عیسائی مشنریوں کا سرتوڑ مقابلہ کر کے لاکھوں افریقیوں کو احمدی بنا رہے ہیں۔ اختلافِ عقائد کے باوجود حفیظ ملک نے احمدی مبلغین کی تبلیغی کوششوں کو سراہا ہے اور انہیں خراجِ تحسین ادا کیا ہے۔"

(نوائے وقت بحوالہ "رضاکار" یکم مئی سنہ ۱۹۶۰ء)

(۲) "یہ ایک تناور درخت ہو چکا ہے۔ اسکی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں۔" (مولوی ظفر علی خاں)

اور مصر کے اخبار الفتح نے سنہ ۱۹۳۲ء میں لکھا :-

(۳) "میں نے بغور دیکھا تو قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔ انہوں نے بذریعہ تقریر و تحریر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے اور مشرق اور مغرب کے مختلف ممالک و اقوام میں بصرفِ کثیر زر اپنے دعوے کو تقویت پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی انجمنیں منظم کر کے زبردست حملہ کیا ہے اور ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ میں ان کے اپنے تبلیغی مراکز قائم ہو گئے ہیں جو علم و عمل کے لحاظ سے تو عیسائیوں کی انجمنوں کے برابر ہیں لیکن تاثیرات و کامیابی میں عیسائی پادریوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔ قادیانی لوگ بہت بڑھ چڑھ کر کامیاب ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پُر حکمت باتیں ہیں۔ جو شخص بھی ان کے حیرت زا کارناموں کو دیکھے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیگا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان بھی نہیں کر سکے۔"

(الفتح ۲ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ)

یہ تو ہے غلبہ کی وہ صورت جو غیر مسلموں کے مسلمان ہونے سے تعلق رکھتی ہے لیکن ایک دوسری صورت بھی ہے اور وہ ہے اسلامی تعلیم کی برتری کا اعتراف۔

(۲)

چونکہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے اسلامی غلبہ کی رفتار تیز سے تیز تر ہونی شروع ہو جانی تھی اس لئے

اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے والے غلبہ کے علاوہ اسلامی تعلیم کی برتری کے ثبوت بھی غیروں میں مہیا کرنے شروع کر دیئے تا کہ غلبہ کی یہ صورت بھی دنیا کے سامنے آجائے اور دنیا یہ ماننے پر مجبور ہو جائے کہ جو بات سینکڑوں سالوں سے پیش کی جا رہی تھی لیکن غیر مسلم اسے کسی طرح ماننے کے لئے تیار نہ تھے اب غیبی ہاتھ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر اس طرف لا رہا ہے کہ وہ کھلم کھلا اس بات کا اقرار کریں کہ وہ باتیں درست ہیں اور کہ جو عقائد وہ اپنے مذہب کی طرف منسوب کرتے رہے ہیں وہ سراسر غلط ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کے نظریہ کو لیجئے۔ کون نہیں جانتا کہ عیسائیت تثلیث سکھاتی ہے لیکن تثلیث کو فطرتِ انسانی کسی طرح بھی قبول نہیں کرتی۔ چنانچہ قرآن کریم نے تثلیث کی بھرپور تردید کی ہے۔ ایک لمبے عرصہ تک عیسائی یہ کہتے رہے ہیں کہ اگرچہ قرآن کریم اس کی تردید کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تثلیث ہی صحیح عقیدہ ہے۔ مگر اب پانسہ پلٹا ہے اور اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ بائیبل تو دراصل ایک ہی خدا کا تصوّر پیدا کرتی ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائی غلطی سے تین خداؤں کی پرستش کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان عیسائیوں کے اس غلط عقیدہ ہی کی تغلیط کی ہے

حال ہی میں امریکہ میں ایک بائیبل شائع ہوئی ہے جس کے دیباچہ میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ سوائے بعض مقامات کے جہاں کہ اللہ تعالیٰ کو دعائیہ الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے باقی تمام مقامات پر اللہ تعالیٰ کو واحد مخاطب کے صیغہ سے خطاب کیا گیا ہے اور مسلم ورلڈ (اکتوبر ۱۹۶۵ء) جو عیسائیوں کا رسالہ ہے اور امریکہ سے شائع ہوتا ہے، کے تبصرہ نگار نے لکھا ہے "واحد مخاطب کا استعمال یہ بتاتا ہے کہ درحقیقت عیسائیت ایک ہی خدا کا نظریہ پیش کرتی ہے یعنی وہ یہ کہتی ہے کہ خدا (یعنی عربی زبان میں اللہ) ایک ہی ہے۔ بائیبل کو صحیح طور پر سمجھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کتاب تین خداؤں کے نظریہ (Tritheism) کو ردّ کرتی ہے اور تین خداؤں کا نظریہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں رائج تھا اور قرآن کریم نے اس کی تردید کی ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے ستر اسّی سال قبل فرمایا تھا:۔

"عیسائیوں کے خدا کو مرنے دو کہ اسی پر اسلام کی زندگی موقوف ہے۔"

موازنہ مذاہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اس کے بعد عیسائیوں کے خیالات کی رَو اِس طرف کو بہنی شروع ہوئی کہ وہ بجائے "مصلوب مسیح" کے "مُردوں میں سے جی اُٹھا مسیح" زیادہ پیش کرنے لگے۔ لیکن آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بات کو پورا کرنے کے لئے اب عیسائی دنیا میں ایک تحریک چلا دی ہے جس کا نام ہے "خدا مر چکا ہے"۔ امریکہ کے رسالہ ٹائم (TIME 22.10.1965) نے حال ہی میں لکھا ہے:۔

"ہمیں اس بات کا اعتراف کر لینا چاہئیے

کہ خدا کی موت ایک تاریخی واقعہ ہے
ہمارے زمانے میں خدا مر چکا ہے۔ ہماری
تاریخ میں خدا مر چکا ہے اور ہماری
ہستی میں سے خدا نکل چکا ہے "

یہ الفاظ امریکہ میں مذہب کے ایک پروفیسر ٹامس آل ٹی زر (THOMAS ALTIZER) نے کہے ہیں۔ یہ پروفیسر اور ان کے ساتھی یہ بات ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ عیسائیت کو بغیر کسی خالق کے نظریہ کے دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ ان کا کہنا ہے کہ خدا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ اگر عیسائی لوگ سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیں تو وہ محسوس کریں گے کہ یسوع مسیح جیسے خدا سے بہتر تو یہی ہے کہ ان کا کوئی بھی خدا نہ ہو کیونکہ یسوع مسیح جیسا کہ بائیبل بتاتی ہے نہایت بے بسی کی حالت میں صلیب پر چڑھائے گئے اور عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق وہیں دفنائے گئے۔ ایسا خدا بھلا کسی اور کی کیا مدد کریگا۔

(۳)

حال ہی میں انگلستان میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے THE PASSOVER PLOT - اس میں ایک ایسی حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن کریم نے پیش کی تھی لیکن عیسائی دنیا ––– اور بعض دوسرے لوگ بھی ––– اس کا انکار کر رہے تھے۔ حضرت مسیح ناصری کی صلیب پر جو کیفیت تھی اسے بیان کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے ۔

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

کہ ان کی کیفیت ایسی ہو گئی کہ لوگوں کو شبہ پڑ گیا کہ گویا وہ فوت ہو گئے ہیں لیکن عیسائی کہتے تھے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوا بلکہ وہ وہاں فوت ہو گئے تھے۔ مذکورہ بالا کتاب میں لکھا ہے کہ مسیح نے کوئی ایسی چیز کھا لی تھی جس نے made him appear dead ان کو ایسا کر دیا کہ گویا وہ مُردہ معلوم ہونے لگے۔ اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ وہ "ابن آدم" تھے نہ کہ ابن اللہ۔

(۴)

طلاق کا مسئلہ بھی عیسائیوں کے لئے اچھا خاصا مشکل مسئلہ ہے۔ بائیبل زنا کے علاوہ طلاق کی اور کوئی وجہ جواز پیش نہیں کرتی اور عملی زندگی میں دیکھا گیا ہے کہ طلاق کی اور بھی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

امریکہ کے رسالہ ٹائم نے اپنی اشاعت گیارہ فروری ۱۹۶۶ء میں ایک بھرپور مضمون طلاق سے متعلق لکھا ہے جس کا عنوان ہے " قانونِ طلاق کی افسوسناک صورت " اور اس مضمون میں امریکہ میں طلاق کی حد سے زیادہ بہتات کا ذکر اور امریکہ کے مختلف علاقوں میں مختلف قانونوں کے رواج پذیر ہونے کی قباحتوں پر لکھنے کے بعد طلاق کی ضرورت پر ریورنڈ ڈاکٹر جوزف الیف۔ فلچر کا یہ حوالہ دیا گیا ہے (ریورنڈ فلچر کیمبرج سوشل اخلاقیات کے پروفیسر ہیں) :-

" طلاق ایک بہتر چیز ہے۔ ایسی نہیں

کہ جس کے جواز کے لئے بہانے تلاش کرنے پڑیں بلکہ بہت ہی اچھی چیزوں میں سے ایک اچھی چیز ہے۔ طلاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شخصی آزادی موجود ہے اور شادی حقیقتاً دو انسانوں کے درمیان ایک حقیقی معاہدہ ہے۔"

سب سے اہم بات جو اس مضمون میں درج ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم کہتا ہے کہ جب میاں بیوی کے تعلقات بگڑنے لگیں تو طرفین سے لوگ اس معاملہ میں پڑ کر تعلقات سدھارنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح ٹائم (TIME) نے لکھا ہے کہ "سب سے زیادہ موثر بات تو یہ ہے ـــــ اگرچہ ابھی تک یہ عام نہیں ہوئی ـــــ کہ طلاق کو روکنے کے لئے مصالحتی عدالتیں قائم کی جائیں"۔

اس مضمون کے اخیر پر مندرجہ ذیل بات تحریر کی گئی ہے:-

"وقت آگیا ہے کہ قانون اس قسم کا ہو کہ جب طلاق کو باعزت طریق پر روکا جا سکے تو اس کے روکنے کی کوشش کی جائے۔ اور جب طلاق کو روکا ہی نہ جا سکے (یعنی جب طرفین کے تعلقات اتنے کشیدہ ہو جائیں کہ طلاق کے بغیر چارہ ہی نہ ہو) تو دونوں کو (میاں بیوی کو) اس طریق پر رہنے دیا جائے (یعنی طلاق یوں واقع ہو) کہ دونوں باعزت طور پر زندگی بسر کر سکیں اور ان کے درمیان کم سے کم کشیدگی کا مظاہرہ ہو۔"

اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس مضمون میں جتنی باتیں کہی گئی ہیں اور جس رنگ میں طلاق کے قانون کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے وہ اسلام نے پہلے ہی سے مہیا کر رکھی ہیں۔

ـــــــ (۵) ـــــــ

اسلام سب سے پہلا مذہب ہے جس نے دوسرے مذاہب کی عزت کو ایمان کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ مسلمان دنیا بھر کے نبیوں کو مانتے ہیں اور انکی عزت کرتے ہیں، آج تک دوسرے کسی مذہب میں یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی۔ لیکن اب کیتھولک مذہب کے لوگ جو دنیا بھر میں سب سے کم لچک رکھنے والے ہیں انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام مذاہب کی (جن میں خدا کی ہستی کو تسلیم کیا گیا ہے) عزت کرنی چاہیئے۔ انکی جو عالمی کانفرنس ہو رہی ہے اس میں ایک ریزولیوشن میں اسلام کی تعریف کی گئی ہے اور عیسائیت کی تاریخ میں پہلی دفعہ تمام ایسے مذاہب کی جو خدا کے قائل ہیں عزت کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔

(TIME ـــــ) کے الفاظ میں اس ریزولیوشن کے

"Other sections pay notable tribute to the faith of

Islam and for the first time in Catholic history, express the Churches reverence for all religions that acknowledge God."

——(۶)——

غیر شادی شدہ پادری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح میری سنت ہے اور جو میری اس سنت پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

کیتھولک پادری شادی نہیں کرتے اور ساری عمر غیر شادی شدہ رہتے ہیں۔ اگرچہ پہلے بھی گاہے گاہے آواز اٹھا کرتی تھی کہ غیر شادی شدہ رہنا غیر فطری امر ہے لیکن اب جبکہ اسلامی تعلیم کے غلبہ کا وقت قریب آ رہا ہے یہ آواز اکا دکا لوگوں کی طرف سے نہیں بلکہ غیر شادی شدہ پادریوں کے گروہوں کے گروہ اسے غیر فطری کہہ کر اس سے جان چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جنوری ۱۹۶۶ء میں اطالوی پادریوں کے ایک گروہ نے پوپ سے استدعا کی کہ انہیں غیر شادی شدہ رہنے کے عہد سے آزاد کر دیا جائے کیونکہ ان کے خیال میں یہ ایک ناقابل برداشت بوجھ ہے اور یہ نہ تو بائیبل کی تعلیم کے مطابق ہے اور نہ ہی یہ کوئی فطری امر ہے۔

اس سے کچھ ہی عرصہ قبل برازیل کے ۳۲ پادریوں نے پوپ کی خدمت میں یہ درخواست کی تھی کہ انہیں بھی اس عہد سے آزاد کر دیا جائے اور اسکے ساتھ ہی لکھا تھا کہ سینکڑوں دیگر پادری بھی یہی خواہش رکھتے ہیں۔ امریکہ کے رسالہ TIME کے ایک مضمون (18.2.1966) کے مطابق ساری دنیا میں تقریباً ساٹھ ہزار پادری اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے چکے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں غیر شادی شدہ رہنا ایک امر محال ہے۔ ان میں سے بعض نے شادیاں بھی کر لی ہیں۔ انکے علاوہ پوپ کے متعلقہ دفتر میں دس ہزار درخواستیں بھی ایسی پڑی ہیں جو محض اس وجہ سے پادری کے کام سے استعفے کے سلسلہ میں ہیں کہ غیر شادی شدہ رہنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔

لاطینی امریکہ کے بشپوں کی ایک کانفرنس کے دوران ایک ہزار برازیلی پادریوں کی طرف سے اس بات کا اعلان خفیہ طور پر لوگوں تک پہنچایا جا رہا تھا کہ پادریوں کی اکثریت غیر شادی شدہ رہنے کے متعلق نہایت غیر مطمئن ہے۔ اور کم جو پادری مطمئن ہیں وہ یا تو قوت مردمی سے محروم ہیں یا غیر فطری امور میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

ان تمام باتوں پر نظر ڈالئے اور پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے یا نہیں اسلام کی تعلیم کا دوسرے مذاہب میں نفوذ ہو رہا ہے اور اس طرح اسلام کی برتری کا خاموش اعتراف کیا جا رہا ہے۔ اسلام کا یہ غلبہ بھی اسی زمانہ میں مقدر تھا اور اس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور کے درجات کو بہت بہت بلند فرمائے۔ آمین +

ابن جلیل متعلم ایم کام - لاہور

مَیں احمدی کیوں ہُوں؟

خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل اور احسان ہے مجھ ناچیز پر کہ اس نے مجھے ایک احمدی گھرانے میں پیدا کیا اور خدا تعالیٰ کے اس بے پایاں فضل و احسان کا شکریہ ادا کرنے کی طاقت مجھ میں کہاں ہے۔ مَیں سوچا کرتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ مَیں کسی غیر مسلم یا غیر احمدی گھرانے میں پیدا ہُوا ہوتا اور وہیں پروان چڑھتا تو شاید اپنی نالائقیوں اور کمزوریوں کے باعث کبھی بھی اُس مالکِ حقیقی کے آستانے کا پتہ نہ پا سکتا۔ جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

"مَیں زمانہ کا حصنِ حصین ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف اس کو موت در پیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔"

مَیں سوچتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ فضل مجھ ناچیز پر نہ ہُوا ہوتا تو نجانے مغربیت اور دہریت کی عالمگیر زہرناک ہوائیں خس و خاشاک کی طرح مجھے کہاں کہاں بھٹکاتے پھرتیں اور مجھے ایسا روحانی و ذہنی خلجان بخش دیتیں جو میری روح اور میرے جسم کو معلوم کن کن تیرہ و تاریک گڑھوں اور عمیق گھاٹیوں کی نذر کر دیتا۔ مَیں سر پٹک کر رہ جاتا اور راہِ فرار نہ پاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا شجر بڑا گھنا اور سایہ دار ہے کیونکہ اسے خدا تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اس لئے اس کی چھاؤں بڑی پُرسکون ہے اور اس سے ہٹ کر بجز ذہنی و روحانی دُکھ تکلیف اور کرب کے کچھ بھی نہیں۔

یہ محض اور محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ مَیں پیدائشی طور پر احمدی ہوں لیکن اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مَیں محض اس لئے بھی احمدی نہیں ہوں کہ میرے ماں باپ (خدا تعالیٰ کی کروڑوں کروڑ رحمتیں ہوں اُن پر) بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی مسلمان ہیں بلکہ مجھے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے احمدیت کو خود پرکھنے اور جانچنے کا موقعہ ملا ہے۔ مثال کے طور پر جس طرح ہم یہ جانتے ہیں کہ سورج ہمیشہ مشرق سے نکلتا ہے اور روشنی کا باعث ہوتا ہے اور ہر رات کے بعد دن چڑھتا ہے اُسی طرح مَیں یہ ایمان و ایقان بھی رکھتا ہوں کہ احمدیت وہ گوہرِ بے بہا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے اگر جان دینی پڑے تو بھی یہ سودا ہرگز مہنگا نہیں۔ اگرچہ میرا مطالعہ وسیع تو نہیں لیکن جو کچھ بھی مَیں نے پڑھا ہے اور پڑھنے سے کہیں بڑھ کر خود مشاہدہ کیا ہے وہ میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت

پر ایک غیر متزلزل یقین پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔

یہ سب کچھ کیونکر ہوا میری داستان بہت سے دوسرے پیدائشی احمدی بھائیوں سے مختلف تو نہ ہوگی، لیکن چونکہ اس کی حسین یاد بسا اوقات میرے دل میں ایک عجیب طرز کی کیف و انبساط کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے ذیل کی سطور میں اختصار کے ساتھ اس داستان کو بیان کیا گیا ہے۔

بہت چھوٹا سا تھا، ابا جان نماز با جماعت کے لئے جاتے تو کبھی کبھی میں بھی ساتھ ہو لیتا۔ اطفال الاحمدیہ کے پروگراموں میں کبھی کبھی شرکت بھی کر لیا کرتا۔ سر پر رومال لپیٹ کر یا تولیہ ڈال کر ہی اطفال الاحمدیہ کے جلسوں میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور نظمیں پڑھنا بھی خوب یاد ہے۔ اگر کبھی کوئی انعام وغیرہ ملتا تو عجیب طرح کی خوشی محسوس ہوتی۔ وہ دن بھی عجیب تھے۔ گلی سے گزرتے تو محلے کے ہمجولیوں کی بعض اوقات آوازیں آتیں کہ "یہ مرزائی ہے" ----- اور کبھی کبھی احمدیت اور بزرگان احمدیت کے متعلق دوسرے بچوں کی زبانی ٹھٹھے اور مذاق کی باتیں سن کر حیران ہوا کرتے۔ اکثر سوچتا کہ آخر ہم دوسروں سے مختلف کیوں ہیں اور یہ "مرزائی" کیا ہوتا ہے اور ہم "مرزائی" کیوں ہیں، باقی سب "مرزائی" کیوں نہیں۔ لیکن بچپن کی لا ابالی طبیعت کی وجہ سے کبھی ان باتوں کی طرف سنجیدگی سے غور نہ کیا اس لئے احمدیت کے بارے میں علم بھی بالکل سطحی ہی رہا۔ اسی کم علمی کی بناء پر اپنے احمدی ہونے کو بھی اکثر چھپائے ہی رکھتا کہ مبادا کسی نے کوئی سوال پوچھ لیا تو جواب کیسے دوں گا۔ یہاں تک کہ اسکول میں اپنے دو تین احمدی دوستوں کے علاوہ شاید ہی کسی کو میرے احمدی ہونے کا پتہ چلا ہو۔

اسی ذہنی کشمکش کی حالت میں زندگی آگے بڑھتی گئی۔ ماہ و سال آئے اور گزرتے چلے گئے۔ آج سے کوئی چار سال قبل کی بات ہے کہ جب میں ڈگری کلاس میں نیا نیا پہنچا تھا۔ ایک دن کالج کے چند غیر از جماعت دوست گھر آئے اور وہاں "الفضل" پڑا ہوا دیکھا (پہلے اگر کبھی گھر پر کوئی غیر احمدی دوست آتا تو سلسلہ کے اخبار وغیرہ کو چھپا لیا کرتا کہ کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا کہ یہ احمدی ہے ----- لیکن اس دن نہ جانے وہ اخبار وہاں کیسے پڑا رہ گیا ----- نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس بظاہر معمولی سے واقعے میں اپنے ایک کمزور بندے کی اصلاح کا سامان کر رکھا تھا) اور اس طرح "مجرم" ہونا پکڑا گیا۔ باقی دوستوں کے لئے تو (جو دین سے اتنا مس نہ رکھتے تھے) یہ امر صرف وقتی اچنبھے کا موجب ہوا اور بات آئی گئی ہو گئی لیکن ایک دوست نے مجھ سے احمدیت کے بارے میں سوالات پوچھنے شروع کر دیئے جن میں سے بعض کے جواب تو اپنی سمجھ کے مطابق دے ہی لیا کرتا تھا لیکن بہت سے سوال کاغذ پر لکھ کر گھر لے آتا اور کتابوں میں گم ہو جاتا اور سوالوں کے جوابات کے نوٹس تیار کرتا۔ (اس سلسلے میں میری سب سے بڑی معاون "احمدیہ پاکٹ بک" مؤلفہ حضرت ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھی) اور اس دوست کے حوالے کرتا۔ ایسا کرنے سے میں نے محسوس کیا کہ خدا تعالیٰ روز بروز میرے ایمان کو پختہ سے پختہ تر کرتا چلا جا رہا ہے اور کئی بھید سے تھے جو

مجھ پر رفتہ رفتہ عیاں ہونے لگے۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ حضرت علامہ حکیم نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سا عالم قادیان میں پیدا ہونے والے اس انسان کی (جو دنیا کی نظروں میں گمنام تھا) پیروی اس طرح کیوں کرتا تھا جیسے نبض حرکت کرتی ہے۔ اور وہ جو کابل کی سرزمین پر ایک عجیب ماجرا گزرا کہ صاحبزادہ عبداللطیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنگسار ہو جانا بڑی خوشی سے پسند کر لیا اسکی محرک کون سی قوت تھی اور وہ کیا چیز تھی کہ حضرت نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مُنہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے "جرم" میں گوہ ڈالا جاتا اور آپ "الحمد للہ" کا ورد کرنے لگتے۔

مجھے میرے غیر از جماعت دوستوں نے غیر احمدی مولوی صاحبان کی کتب پڑھنے کا مشورہ دیا اور مَیں نے بصد شوق اُن کا یہ مشورہ قبول کیا اور چند کتب پڑھیں جو میرے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئیں۔ پھر میرے غیر از جماعت دوست مجھے چند غیر احمدی "ٹاپ" قسم کے علماء کے پاس لے گئے۔ اور جیسا کہ پیشگوئیوں میں کہا گیا تھا کہ مہدی کے وقت کے علماء اُن پر ایمان لانے سے اسلئے ہچکچائیں گے کہ اس طرح لوگوں میں ان کا اثر و رسوخ کم ہو جائے گا، مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے انہیں ایسا ہی پایا۔

پھر جب مَیں نے یہ اچھی طرح جان لیا کہ قادیان کی سرزمین سے اُٹھنے والی آواز دراصل خدائے عرش کی آواز ہی تھی اور خدا تعالیٰ نے اپنی مخفی در مخفی حکمتوں کے تحت قادیان میں جس عظیم الشان انسان کو پیدا کیا تھا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کامل ظلّ تھا اور اس کا آنا گویا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہی تھا تو مَیں نے اس مسئلہ کی طرف رجوع کیا کہ منکرینِ خلافت جماعت کے سوادِ اعظم سے الگ کیوں ہوئے اور جب اس بارے میں مَیں نے غور اور مطالعہ و مشاہدہ کیا تو میرا سر ایک دفعہ پھر ربّ قدوس کے حضور شکر و امتنان سے جُھک گیا کہ خدا تعالیٰ نے کتنا کرم فرمایا کہ ایک احمدی اور پھر ایک مبائع احمدی گھرانے میں پیدا کیا۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے تعلق کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت کے عجیب و غریب نشان دیکھے۔

مَیں نے یہیں بس نہ کی۔ پھر مَیں ہادیٔ اعلیٰ کی طرف جُھکا کہ انسان لاکھ کوشش کرے محض اس کا مطالعہ و مشاہدہ اُسے یقین کے مرتبہ پر ہرگز ہرگز نہیں پہنچا سکتا کیونکہ انسان ناقص العقل ہے۔ مَیں نے اپنے ربّ سے عرض کی کہ تو میرے پاتال تک نظر رکھتا ہے اور جانتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ مَیں تلاشِ حق میں صادق ہوں۔ اس لئے تو ہی بتا کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ اگر احمدیت حق نہیں تو مجھ میں اور اس میں بعد الطرفین پیدا کر دے لیکن اگر یہ تیری طرف سے نازل کردہ صداقت ہے تو مجھے امام کامگار کے قدموں میں ہی رکھیو اور جب میری موت آئے تب بھی ان کے قدموں پر ہی آئے۔ اور قربان جاؤں اُس کریم و رحیم ہستی کے کہ اُس نے مجھے بہت دن

انتظار نہ کروایا اور اپنی جناب سے چند رؤیا دکھا کر کہہ دیا کہ اے میرے بندے ہم نے تو تجھے ایک احمدی گھرانے میں پیدا کر کے تجھ پر ایک عظیم انعام کیا ہے اُٹھ اور خزانے لٹانے والے مسیح کے فیوض و برکات سے جھولیاں بھر لے۔ اسلام کی فتح اب اس قوم کے ساتھ مقدر کر دی گئی ہے۔ جا اور تو بھی حق و باطل کے اس جہاد میں اپنی بساط کے مطابق حصہ لے۔ کیا کہا ——؟ کہ تیری بساط ہی کیا ہے —— ؟ ہاں ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن تیرا حصہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو —— ہم تو دلوں کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے اپنی کمزوری اور نالائقی کو نہ دیکھ ہمارے رحم اور کرم کی وسعت کی طرف نگاہ رکھ۔

اب میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہاں اپنے صرف دو رؤیا اپنی ڈائری سے درج کرتا ہوں جو مختلف موقعوں پر خاکسار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے گئے۔

(۱) "دیکھا کہ جیسے ایک ایسی جگہ (غالباً سیلون) گیا ہوں جہاں احمدیت کی بہت مخالفت ہو رہی ہے اور عورتوں اور مردوں کا ایک ہجوم ایک سمت کو چلا جا رہا ہے۔ کچھ غیر ملکی بھی نظر آئے۔ ایک ہیلی کاپٹر اوپر منڈلاتا ہوا نظر آتا ہے۔ مجھے خواب میں ہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں ربوہ سے آدمی آئے ہیں۔ پھر جیسے نظارہ بدل گیا اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک فریم شدہ تصویر کسی اونچی جگہ پر لگی ہے (یا شاید کسی نے اُٹھا رکھی ہے) اور گرد بہت سے لوگ اکٹھے ہیں۔ ان میں اباجان، امی جان، میری خالہ صاحبہ، میجر اسمٰعیل صاحب، ذکریا صاحب، اور سلیمان صاحب تو مجھے یاد ہیں۔ یکایک میری خالہ فرخندہ رونے لگتی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہیں کہ لوگ انہیں کیوں نہیں مانتے؟ پھر اکثر لوگ رونے لگتے ہیں (میں بھی روتا ہوں) اور مندرجہ ذیل شعر بہت سے لوگ پڑھنے لگتے ہیں ؎

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

(۲) ۲۲ ستمبر ۱۹۶۲ء کی ڈائری میں لکھا ہے کہ:-

"رات سونے سے پہلے میں نے معمول کے مطابق درود شریف کا ورد کیا اور خدا تعالیٰ سے عرض کی (اور یہ معمول کے مطابق نہیں تھا) کہ مجھے رات کوئی اچھا سا خواب دکھا اور اسی طرح سو گیا۔ چنانچہ دیکھتا ہوں کہ جیسے امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کروائی جائے گی۔ آپ کو یا تو چند احباب تھامے ہوئے لاتے ہیں یا خود بخود ہی جیسے آپ ایک تخت نما چیز پر نمودار ہوتے ہیں۔ حضور کافی کمزور ہیں مجھ پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور میں بڑھ کر نعرہ لگاتا ہوں (یا تو "حضرت امیر المومنین" کہتا ہوں یا "احمدیت" کہتا ہوں اور وہاں پر موجود احباب "زندہ باد" کہتے ہیں) جب میں نعرہ لگاتا ہوں میری آواز گھگھیائی ہوئی ہے۔ حضور بھی (جیسے میرے جوش سے متاثر ہو کر) وہی یا کوئی اور نعرہ لگاتے ہیں الحمد للہ علیٰ ذالک"۔

مندرجہ بالا سارے مضمون کا تعلق چونکہ میرے ذاتی

بسلسلہ تعارف العلوم

علمِ شریعت

(حیدر علی ظفر - جامعہ احمدیہ - ربوہ)

دنیا میں مختلف اقسام کے علوم پائے جاتے ہیں۔ مثلاً علم کیمیا، علم الطبیعیات، علم نفسیات، علم الالٰہیات، علم العقائد، علم التفسیر، علم الحدیث، علم الاخلاق، علم الاقتصاد، علم الجماد اور علم النبات وغیرہا۔ علوم کی لاتعداد اور اَن گنت قسمیں ہیں۔ علم الشریعۃ یا علم قانون بھی ان علوم میں سے ایک اہم علم ہے۔

تعریف:۔ قانون یا شریعت ان احکام کو کہتے ہیں جن پر متمدن انسان چل کر اپنی زندگی کو سہل اور آسان بنا سکے۔ ان کے ذریعہ سے انسانی حقوق کا علم ہوتا ہے کہ کسی پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور کسی کے کیا حقوق ہیں۔ ان شخصی امتیازات کو بھی قانون کہتے ہیں جن کو ایک انسان دوسروں کو تکلیف اور نقصان پہنچائے بغیر حاصل کرتا ہے۔

قانون کی ضرورت:۔ تاریخ انسانیت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان طبعاً مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے کیونکہ وہ اکیلا اپنی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا۔ پس جب چند لوگ مل جل کر زندگی بسر کریں گے تو ایک معاشرہ معرض وجود میں آئے گا۔ اور یہ بات مسلّم ہے کہ جہاں چند آدمی مل کر رہیں گے وہاں لڑائی جھگڑا بھی ہوگا، مفادات کا تصادم بھی ممکن ہے اور ایک دوسرے پر زیادتیوں کا بھی امکان ہے اسلئے ایسے اصولوں کی ضرورت ہے جن پر عمل کرنے سے باہمی تصادم کو دور کیا جا سکے۔ اور ہر انسان اپنے حقوق و واجبات سے آگاہ ہو جائے۔ ایسے اصولوں کو قانون یا شریعت کہتے ہیں۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ قانون کی ایک اہم کتاب سمجھی جاتی ہے اس میں قانون و شریعت کی ضرورت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

"اللہ تعالیٰ نے اس عالم آب و گل کو ایک معین مدت کے لئے پیدا کیا ہے اور نظام عالم کی بقاء، بیاہ شادی، اولاد اور افزائش نسل پر موقوف ہے اور مقصد یہ ہے کہ افراد انسانی کہیں مٹ نہ جائیں۔ اس کے ساتھ ہی انسان اپنی بقاء کیلئے غذا، لباس اور جائے رہائش کا بھی محتاج ہے اور ان کی تحصیل کے لئے افراد کے باہمی تعاون اور اشتراک عمل کی ضرورت ہے اسلئے معاشرہ میں قرار واقعی عدل و انضباط قائم رکھنے کیلئے ایسے قوانین کی ضرورت ہے جو زندگی کی بقاء کے ساتھ ساتھ اس کو خوشگوار بنانے کا موجب بنیں" (مجلۃ الاحکام العدلیہ بحوالہ ترجمہ فلسفۃ التشریع الاسلامی صفحہ ۱۳)

تاریخ قانون:- تاریخ قانون کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اب تک دنیا میں صرف چھ قانون یا تہذیبوں نے اپنے اثرات سے اس عالم کو متاثر کیا ہے سب سے پہلے بابلی قانون ظاہر ہوا۔ ازاں بعد مصری قانون، ہند اور چین کی تہذیب، قدیم مغربی تہذیب، اسلامی قانون اور جدید مغربی قانون۔ اس وقت دنیا میں آخری دو تہذیبوں کا دور دورہ ہے۔ ان میں سے تہذیب اسلامی مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہے اور اسکے متعلق ہی زیرِ نظر مضمون میں اختصار کے ساتھ چند امور بیان کئے جا رہے ہیں۔

اسلامی علم الشریعت:- اسلامی شریعت نے ہمارے سامنے جو ضابطہ قانون پیش کیا ہے وہ فقہ اسلامی کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی بنیاد عدم حرج، قلتِ تکلیف اور تدریج پر ہے۔ اسلامی فقہ کا اہم ماخذ قرآنی احکام ہیں۔ یہ احکام ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارہ میں بنیادی اور اصولی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن مجید مسلمانوں کو ہر پیش آنے والے معاملہ میں راہنمائی کرتا ہے یہ مقدس کتاب مسلمانوں کی قضاء اور فتویٰ کی بنیاد اور فکر و عمل کی مصدر ہے۔ کلام الٰہی کے بعد سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے۔ قرآن مجید میں کسی مسئلہ کے متعلق کوئی واضح نص نہ ملنے کی صورت میں سنتِ رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کیونکہ سنتِ رسولؐ درحقیقت کتاب الٰہی کی تشریح و تفسیر ہے۔ جو باتیں قرآن مجید کے ارشادات و اجمالات کے اندر چھپی ہوئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی باتوں کو اپنے قول و فعل سے واضح کر دیا ہے اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو قرآن مجید سے الگ ہو۔ اسلامی فقہ کا تیسرا ماخذ اجتہاد ہے جس طرح سنت کتابِ الٰہی سے کوئی الگ چیز نہیں اسی طرح اجتہاد بھی کتابِ الٰہی اور سنتِ نبویؐ سے کوئی الگ چیز نہیں۔

فقہ میں اجتہاد سے مراد قرآن و سنت کی رُو سے کسی مسئلہ کا حل نکالنا ہے اور اس کی اسی وقت ضرورت پیش آتی ہے جب کسی مسئلہ کے بارہ میں قرآن و حدیث سے کوئی وضاحت نہ ہو۔ چنانچہ ایک حدیث فقہ کے ان ماخذ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ عن معاذ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعث معاذاً الی الیمن فقال کیف تقضی فقال اقضی بما فی کتاب اللّٰہ قال فان لم یکن فی کتاب اللّٰہ قال فبسنۃ رسول اللّٰہ قال ان لم یکن فی سنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اجتھد رأیی قال الحمد للّٰہ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ (ترمذی جلد ۱۔ ابواب الاحکام۔ باب ما جاء فی القاضی کیف یقضی)

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو یمن میں قاضی اور حاکم بنا کر بھیجا اور دریافت فرمایا کہ احکامات کس طرح جاری کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق احکامات جاری کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ جو احکامات کتاب اللہ میں صراحتاً موجود نہ ہوں تو پھر؟ عرض کیا حضور کی سنت کے مطابق عمل کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا اگر سنتِ رسول میں بھی ان احکامات کی وضاحت نہ ہو تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کیا پھر میں اپنی عقل اور فراست سے

اصل معاملہ کو سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا
خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس نے میرے قاضی کو اتنی
توفیق عطا فرمائی ہے۔

چونکہ ہر انسان کے لئے قرآن مجید اور سنّتِ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح سمجھنا ایک مشکل امر ہے اسلئے
فقہاء نے تنقید و تفتیش کے بعد روزمرہ کے مسائل کا حل
اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ یہ ایک مستقل علم ہے جسے
فقہ کہتے ہیں۔

فقہ دین کا ایک اہم حصّہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ اس میں زندگی کے جملہ احکام، قواعد و ضوابط اور
فرائض و واجبات کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً حقوق اللہ
(نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے متعلق تمام مسائل) حقوق
العباد جس میں انسانوں کے باہمی تعلقات کے طریق، ترکہ
کی تقسیم، میراث کا استحقاق اور باہمی لین دین کے اصول
کا تفصیلی ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
فیصلے اور احکام کی ادائیگی قرآن مجید کی روشنی میں عمل
میں آتی تھی۔ اس وقت فقہ کی موجودہ اصطلاحات نہیں
تھیں۔ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و
افعال کو مشعلِ راہ بناتے تھے۔ جس چیز سے آپؐ منع
فرماتے رُک جاتے تھے اور جس کے کرنے کا حکم دیتے اُسے
بجا لاتے تھے۔

تدوینِ فقہ:۔ تدوینِ فقہ کا کام تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی شروع ہو چکا تھا۔
لیکن عملی طور پر ایک مستقل علم کی صورت میں حضرت عمر بن
عبدالعزیزؒ نے اس کی بنیاد رکھی۔ اور بالآخر چار ائمہ کے
ذریعہ یہ علم پھلا پھولا اور ساری دنیا میں پھیل گیا۔ ان ائمہ
کے ذریعہ سے چار مذاہب کی بنیاد پڑی جن کا ذکر آگے
آئے گا۔ فقہ کی تاریخ چھ ادوار میں منقسم ہے۔ پہلے دَور
میں خدا تعالیٰ اپنے اوامر و نواہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے قلب پر وحی کرتا تھا اور آپؐ اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس
دَور کو "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فقہ" کے
نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پھر دوسرے (فقہ بعہد صحابہؓ
۱۱ھ تا ۴۰ھ) اور تیسرے دَور (صغارِ صحابہؓ اور تابعین
کا عہد ۴۰ھ تا دوسری صدی کا آغاز) میں صحابہؓ اور
تابعین خدا کی کتاب، اس کے رسول کی سنّت اور قیاساتِ
صحیحہ سے استنباط کے طریقے بتاتے تھے۔ چوتھے دَور
(دوسری صدی کے ابتداء سے چوتھی صدی کے نصف تک)
میں کبار صحابہؓ اور بڑے بڑے فقہاء اس پھل کو توڑنے
اور مفصّل طور پر احکام شریعت کو جمع کرنے لگے۔ پانچویں
دَور (چوتھی صدی کے ابتداء سے سلطنتِ عباسیہ کے
زوال تک) میں جو کہ ترتیب و تہذیب اور اختیار و ترجیح
کا دَور تھا، گفتگو کی وسیع گنجائش تھی اور چھٹے دَور میں
پہلی تمام خوبیاں ختم ہو گئیں اور علماء کے نفوس میں اندھی
تقلید کی رُوح جاگزیں ہو گئی۔

مذاہب اربعہ:۔ اس وقت اسلامی دنیا میں
چار فقہاء کے مذاہب نے ہمارے دین میں مستقل حیثیت
حاصل کر لی ہے۔ ان کے ذریعہ سے اسلامی فقہ کے چار
مکاتب فکر کی بنیاد پڑی ہے۔ جسے فقہ حنفی، فقہ شافعی،
فقہ مالکی، فقہ حنبلی کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

فقہ حنفی:۔ جس کے امام حضرت امام ابوحنیفہؒ

ہیں۔ حضرت امام صاحب کے شاگردوں میں قاضی ابو یوسفؒ
اور امام محمدؒ بہت نامور امام ہوئے ہیں۔

فقہ مالکی:۔ اس کے امام حضرت امام مالکؒ
ہیں۔ امام مالکؒ اہلِ مدینہ کے علم و عمل، حضرت عمرؓ
کے فیصلوں، عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور دوسرے
صحابۂ کبار کے اقوال و اجتہادات کے سب سے بڑے عالم
تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو درس و افتاء کی مسند
پر سرفراز فرمایا تو انہی اکابرِ دین کا علم و عمل امام مالکؒ
کی تحقیق و تنقید، روایت و درایت اور اجتہاد و تفقہ
سے جلا پا کر اُن کے اصحاب کو ورثہ میں ملا۔ انہوں نے
اس کی شرح و تلخیص کی۔ ان کے اصولوں پر مسائل کی تشریح
و توضیح کی اور اُن کے قواعد و ضوابط مرتب کئے اور
پھر انہی کی کوششوں سے مغرب اور ممالکِ اسلامی کے
بعض دوسرے حصوں میں بھی اس کو فروغ ہوا۔

فقہ شافعی:۔ فقہ کے مذکورہ بالا دونوں مکتب
ابھی اپنی ترتیب و تدوین کے پہلے مرحلہ میں تھے کہ حضرت
امام شافعیؒ کا ظہور ہوا۔ آپ نے ان لوگوں کے
طریقِ استنباط و اجتہاد پر غور کیا تو آپ کو ان میں کچھ
خامیاں نظر آئیں۔ ان خامیوں کو دور کرنے کے لئے
آپ نے اجتہاد و استنباط اور اصول و فروع
کی ترتیب و تدوین کے نئے ضابطے مرتب کئے جن کی
تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

فقہ حنبلی:۔ اس کے امام امام احمد بن حنبلؒ
ہیں۔

فقہ کی تعریف:۔ فقہ کے لغوی معنے "سمجھ"
کے ہیں۔ اور یہ سمجھ دینی معاملات سے تعلق رکھتی ہے۔
قرآن مجید میں بھی فقہ کا لفظ ان معنوں میں استعمال
ہوا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ
مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

اسی طرح فقہ کے ایک معنے شق اور فتح کے بھی ہیں
جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ فقہ کی حقیقت
تحقیق و تفتیش کرنا اور مغلق امور کو کھولنا ہے اور
فقیہ اُس عالم کو کہتے ہیں جو احکام کا تجزیہ کرتا ہے
اور اس کی حکمت بیان کرتا ہے۔ اور جو امور عوام الناس
سے پوشیدہ ہوتے ہیں ان کو کھول کھول کر بیان
کرتا ہے۔ فقہ کے ایک معنی فہم و تدبر اور دینی
امور میں بصیرت رکھنے کے بھی کئے گئے ہیں۔

اصطلاح میں فقہ اُن احکامِ شرعیہ کا نام
ہے جن کا تعلق انسان کے ظاہری اعمال سے ہے۔
احکام سے مراد وہ عملی مسائل ہیں جو انسان کی
روزمرہ زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں خواہ وہ
مسائل عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے۔
انسانی زندگی کے مختلف مراحل پر ضروری ہدایات کو
اس علم میں مرتب کیا جاتا ہے۔ اصول فقہ میں مشہور مصری
عالم محمد خضری نے فقہ کی یوں تعریف کی ہے:۔

"اصول الفقه هو القواعد
التي يتوسل بها الى استنباط
الاحكام الشرعية من الادلة"

یعنی فقہ اُن قواعد کا نام ہے جن کے ذریعہ سے دلائل

کے ساتھ شرعی مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ فقہ میں انسان کو روزمرہ کے پیش آنے والے ملکی انتظامات، معاشی معاملات اور معاشرتی تعلقات کے مسائل کے علاوہ اُٹھنے بیٹھنے اور قضائے حاجت کے آداب وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔

فقہ کے مباحث:۔ فقہ اسلامی کا تعلق ذیل کے مباحث سے ہے:۔

(۱) **عبادات۔** اس سے مراد وہ دینی امور ہیں جو خدا تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق استوار رکھتے ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے مسائل۔

(۲) **مناکحات۔** اس سے مراد وہ احکام اور قوانین ہیں جن کا تعلق نسلِ انسانی کی بقاء سے ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ قوانین جن کا تعلق زن وشو کے تعلقات کو استوار رکھنا ہے۔ جیسے نکاح، طلاق، خلع، عدت، ایلاء وظہار وغیرہ کے مسائل۔

(۳) **معاملات۔** وہ معاشرتی اور سیاسی قوانین جو باہمی تعاون اور اشتراکِ عمل کے لئے مقرر ہوں۔ اس میں مالیات اور اس کے متعلقہ حقوق سے بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً خرید وفروخت، ٹھیکہ، ہبہ، شفعہ اور شرکت وغیرہ کے مسائل۔

(۴) **جرائم وعقوبات۔** یعنی حدود و تعزیرات۔ اس سے مراد وہ احکام ہیں جو جرائم اور ان کی سزاؤں سے تعلق رکھتے ہوں۔ دوسرے الفاظ میں تمدن ومعاشرت کو برقرار رکھنے کے لئے جن تعزیری قوانین کی ضرورت ہے وہ عقوبات کہلاتے ہیں۔ اس میں قتل، چوری، زناکاری، شراب خوری اور کسی پر تہمت لگانے کے متعلق تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔

(۵) **حکومت وسیاست۔** اس میں قومی اور بین الاقوامی معاملات اور جنگ وصلح کے احکام کا ذکر ہوتا ہے۔

(۶) **قضاء وخصومات۔** اس میں عدالتی مسائل اور قاضی کے فرائض وغیرہ بیان ہوتے ہیں۔

(۷) **علم الفرائض۔** اس علم میں ورثہ کی تقسیم اور ورثاء کے حصوں کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

(۸) **آداب معاشرت۔** یعنی وہ اخلاقی ضابطے جن کا تعلق باہم خوشی کی زندگی بسر کرنے کے متعلق ہے۔ مثلاً کھانے پینے کے آداب اور علاج معالجہ وغیرہ۔

شبنم — اور — شرارہ

جب تلک تیری نظر کا نہ اشارہ ہو گا
اس گلستاں میں نہ شبنم نہ شرارہ ہو گا

ہم گھنیری سی گھٹاؤں کی قسم کھاتے ہیں
عزم توبہ نہ ہمیں آج گوارا ہو گا

آپ سے نسبت ہوئی ہو، تو ہم بھی ہے وجہ سکوں
آئیگی جان میں جاں، دل کو سہارا ہو گا

سوئے میخانہ چلے آتے ہیں زاہد ہوں کہ رند
تیری آنکھوں نے اشاروں سے پکارا ہو گا

جانے والے نے تو جنت میں بسالی دنیا
رہنے والوں کا یہاں کیسے گزارا ہو گا

دلِ خوگردۂ امواج نے گھبرا کے کہا
روشنی سی نظر آئی ہے، کنارا ہو گا

اس بھری بزم میں اقرار یہ اصرار نسیم
بوالہوس دل نے تجھے آج ابھارا ہو گا

جناب نسیم سیفی۔ ربوہ

کوشش کرو کہ متقی بن جاؤ

ہمیں سب فکروں سے زیادہ اس بات کا فکر ہونا چاہیئے کہ ہم میں تقویٰ ہے یا نہیں

مجالس خدام الاحمدیہ ضلع کیمبل پور کے نام حضرت صدر مجلس کا خصوصی پیغام

کچھ عرصہ ہوا حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مجلس خدام الاحمدیہ کیمبل پور کی تربیتی کلاس کے لئے ایک پیغام بھجوایا تھا۔ یہ پیغام کسی خاص مجلس کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس میں سب مجالس کو اصولی ہدایات سے نوازا گیا ہے اسلئے افادۂ عام کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

"....حدیث میں آتا ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے جس کو اگر انسان مضبوطی سے پکڑ لے تو بس وہی ایک آیت اس کی نجات کے لئے کافی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی مَنْ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے فراخی کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور جب بھی وہ مشکل میں ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی نجات کے لئے ضرور کوئی راہ ظاہر کر دیتا ہے اور پھر اُسے رزق بھی عطا فرماتا ہے، روحانی رزق بھی اور جسمانی رزق بھی۔ اور ایسے ذرائع سے رزق عطا فرماتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ یہ بڑی سچی اور پکی بات ہے، تجربہ شدہ، کہ متقی کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہوتا ہے، وہ اس کا دوست بن جاتا ہے، وہ اس کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لے لیتا ہے۔ پس کوشش کرو کہ متقی بن جاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار کہا ہے کہ ہماری جماعت کو سب فکروں سے زیادہ اس بات کا فکر ہونا چاہیئے کہ آیا ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔ جو خدا تعالےٰ کی نظر میں متقی ٹھہرے کوئی چیز اُسے تباہ نہیں کر سکتی، کوئی دشمن اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

دوسری بات جس کی طرف مَیں اپنے بھائیوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو حق ہمیں دیا ہے اس کو دوسرے بھائیوں تک پہنچانا اور ان کو بھی اس نعمت سے حصہ دینا جو ہمیں دی گئی ہے ضروری ہے۔ پس تبلیغ پر بہت زور دیں اور کم از کم ہر خادم سال میں ایک احمدی ضرور بنائے۔ زندہ

قوموں کا یہی طریق ہوتا ہے کہ وہ ایک سے دو اور دو سے چار ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اگر ہم اس بات کا عہد کر لیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے چند سالوں میں سارا پاکستان احمدی ہو جائے۔ آپ خود حساب کر کے دیکھ لیں اگر کیمبل پور میں ۲۵ آدمی بھی یہ عہد کریں اور پھر ہر سال اس کو دگنا کرتے چلے جائیں تو دس سال میں صرف اس شہر میں ۱۲ ہزار احمدیوں کی تعداد ہو سکتی ہے۔ میں سارے احمدیوں کو خصوصاً نوجوانوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اگر ان میں کچھ بھی ایمان کی حرارت ہے، کچھ بھی زندگی ہے تو وہ یہ عہد کر لیں کہ انہوں نے احمدیت کی تبلیغ کو اپنا مقصد بنا لینا ہے اور خدا کے بندوں تک اس نعمت کو پہنچانا ہے جس سے انسان کو سچی اور دائمی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ اور صرف خالی خولی ایمان کے دعووں اور نعروں کے ساتھ نہیں بلکہ عمل کے ذریعہ اپنے مومن ہونے کا ثبوت دینا ہے۔ ہر احمدی نوجوان یہ عہد کرے کہ اس نے ہر سال ایک احمدی ضرور بنانا ہے اور پھر جسے احمدی بنائے اُس سے بھی یہ عہد لے۔ یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں ذرا ہمت کی ضرورت ہے، خدا پر بھروسے کی ضرورت ہے اور تقویٰ کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ سب کو اس بات کی توفیق دے کہ آپ صحیح رنگ میں متقی بنیں اور سچے مبلغ بنیں اور دین کی خدمت اور خدا کی رضا آپ کی زندگی کا مقصد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو، آپ کو بہت بہت برکت دے، آپ کو بڑھائے اور پھیلائے اور ساری قوموں پر غالب کرے اور شرف اور بزرگی میں وہ مقام دے جو کسی دوسری قوم کو حاصل نہ ہو اور نیکی اور راستی میں اُس مرتبہ تک پہنچائے کہ آپ حقیقی معنوں میں صحابہؓ کے مثیل ہو جائیں۔"

قائدین خدام الاحمدیہ کا ایک اہم اجلاس

مؤرخہ ۲۹ رمئی بروز اتوار قائدین اضلاع و علاقہ مجلس خدام الاحمدیہ کا ایک اہم اجلاس محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کی زیر صدارت زیر تعمیر مرکزی ہال کے لائبریری روم میں منعقد ہوا۔

ازراہ شفقت حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی تشریف لا کر قائدین کو اپنی نہایت قیمتی نصائح سے نوازا۔ اس اجلاس کی مفصل روئداد اور تقاریر کے اقتباسات انشاء اللہ العزیز خالد کے آئندہ شمارے میں شائع کئے جائیں گے۔

(مہتمم اشاعت)

مرکزی اعلانات

خدام الاحمدیہ کے مرکزی امتحانات

دینی علوم کا حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے طلب العلم فریضۃٌ علیٰ کُلِّ مُسلِمٍ و مُسلِمَۃٍ۔ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اس حدیث سے دینی علوم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ یہی جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز ہے یعنی دینی علوم کا سیکھنا اور پھر دوسروں کو سکھانا۔

پس ہر احمدی کا خصوصاً اُن نوجوانوں کا جنہوں نے آئندہ چل کر قوم کے معمار بننا ہے یہ اوّلین فرض ہے کہ وہ دینی و علمی اسلحہ سے پُوری طرح مسلح ہوں۔ اسی صورت میں وہ اپنی قوم کے بھی اور دوسری اقوام کے بھی معلم بن سکتے ہیں۔

اِس مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ بلکہ بڑا ذریعہ وہ امتحانات ہیں جو کہ مرکز کی طرف سے خدام کیلئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اگر خدام پُوری دلچسپی کے ساتھ اِن امتحانات میں شرکت کریں تو یقیناً ہمارا علمی معیار بڑھ سکتا ہے اور بہت حد تک ہمیں دینی علوم سے واقفیت ہو سکتی ہے۔

پچھلے سال سے اِن امتحانات کی نوعیت میں کسی قدر تبدیلی کر دی گئی ہے۔ یعنی ہر چہار معیار کے علیحدہ علیحدہ سالانہ امتحان کی بجائے چار کورسز مقرر کر دیئے گئے ہیں تاکہ خدام کے دینی علوم کے معیار کو بلند کیا جائے۔ ان امتحانات کے لئے حسب ذیل نام تجویز کئے گئے ہیں:-

۱۔ مبتدی　　۲۔ مقتصد　　۳۔ سابق　　۴۔ فائز

ہر خادم کے لئے ضروری ہے کہ وہ باری باری اِن امتحانات میں شریک ہو۔ دوسرے امتحان میں شامل ہونے کے لئے پہلے امتحان کا پاس کرنا ضروری ہے۔

کامیاب ہونے والے خدام کو انشاء اللہ تعالیٰ مرکز کی طرف سے اسنادِ کامیابی دی جایا کریں گی۔

یہ سکیم پچھلے سال سے خدام کے سامنے رکھی گئی ہے اور اس کے مطابق ان امتحانات میں سے پہلا امتحان "مبتدی" نومبر ۱۹۶۵ء میں منعقد ہوا۔ اس کے لئے حسب ذیل نصاب مقرر کیا گیا تھا:-

ا۔ قرآن مجید پہلا پارہ مع ترجمہ	۴۰ نمبر
ب۔ حدیث شریف۔ نبراس المومنین	۳۰ نمبر
ج کشتی نوح۔ احمدیت کا پیغام۔ کتابچہ عام دینی معلومات شائع کردہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ	۳۰ نمبر

کُل ۲۱۶ مجالس کو اِس امتحان کے پرچہ جات بھجوائے گئے تھے لیکن صرف پچاس مجالس نے پرچے واپس بھجوائے ہیں۔ بقیہ مجالس نے نہایت غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اس بارہ میں مرکز سے کوئی تعاون نہیں کیا جو نہایت درجہ قابلِ افسوس امر ہے۔

ذیل میں اس امتحان کے سلسلہ میں مرکز سے تعاون کرنے والی اُن پچاس مجالس کے مختصر کوائف درج کئے جاتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی مجلس کا نام اِس فہرست میں نظر نہیں آتا تو اپنے قائد صاحب سے پوچھیں کہ وہ اپنی مجلس کو نیک نام کرنے کی کیوں سعی نہیں فرماتے؟

نمبر شمار	نام مجلس	تعداد پرچہ جات جو بھجوائے گئے	تعداد پرچہ جات جو واپس آئے	تعداد خدام جو کامیاب ہوئے
۱	پشاور	۳۰	۱۱	۱۱
۲	مردان	۱۵	۱۴	۱۴
۳	راولپنڈی	۱۵۰	۳۱	۳۰
۴	جہلم	۲۰	۵	۵
۵	رسول	۱۴	۱۲	۸
۶	منڈی بہاؤالدین	۱۰	۶	۴
۷	چک ۳۳ ملکے والا	۲	۲	۲
۸	چک ۲ T.D.A	۶	۶	۶
۹	داؤد خیل (اسکندر آباد)	۳	۳	۳
۱۰	لائلپور	۱۵۰	۸۳	۷۲
۱۱	گھسیٹ پور چک ۶۹ ر-ب	۱۲	۸	۸
۱۲	جھنگ صدر	۳۶	۳۶	۳۲
۱۳	چنیوٹ	۱۵	۱۴	۱۴
۱۴	ربوہ	۵۰۰	۴۱۸	۳۹۱
۱۵	لاہور	۴۰۰	۱۲۰	۹۳
۱۶	گنج مغلپورہ	۳۰	۱۴	۱۳
۱۷	سیالکوٹ	۸۰	۱۸	۱۶
۱۸	ڈسکہ	۱۰	۷	۷
۱۹	بدوملہی	۲۰	۷	۶
۲۰	چنڈر کے منگولے	۶	۵	۵
۲۱	وزیر آباد	۱۰	۶	۶
۲۲	گرمولا ورکاں	۱۰	۱۰	۱۰
۲۳	بہاولپور	۲۰	۱۲	۱۰
۲۴	رحیم یار خاں	۱۰	۸	۶
۲۵	کروندی	۶	۵	۵
۲۶	جیکب آباد	۶	۶	۶
۲۷	لاڑکانہ	۴	۴	۴
۲۸	دارہ //	۴	۱	۱
۲۹	کراچی	۲۵۰	۷۰	۶۸
۳۰	ہالیر	۱۶	۶	۵
۳۱	ڈرگ روڈ	۲۰	۱۲	۱۲
۳۲	کوئٹہ	۲۰	۱	۱

نمبر شمار	نام مجلس	تعداد پرچہ جات جو بھجوائے گئے	تعداد پرچہ جات جو واپس آئے	تعداد خدام جو کامیاب ہوئے	نمبر شمار	نام مجلس	تعداد پرچہ جات جو بھجوائے گئے	تعداد پرچہ جات جو واپس آئے	تعداد خدام جو کامیاب ہوئے
۳۳	نوکوٹ شہر	۲	۱	۱	۳۷	گوئیکی	۱۰	۱۰	۱۰
۳۴	ترگڑی	۶	۵	۵	۳۸	بھنوی	۳	۳	۲
۳۵	ٹلونڈی کھجو والی	۴	۳	۳	۳۹	مانانوالہ	۵	۲	۲
۳۶	تاندلیانوالہ	۳	۱	۱	۴۰	چنگا بنگیال	۱	۱	۱

اسنادِ کامیابی

جو خدام اس امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں انشاء اللہ العزیز انہیں سالانہ اجتماع ۱۹۶۶ء کے موقع پر کامیابی کی اسناد دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں یہ کامیابی مبارک کرے آمین

نصاب "مقتصد"

اب اس سال ستمبر ۱۹۶۶ء میں انشاء اللہ تعالیٰ "مقتصد" کا امتحان بھی امتحان مبتدی کے ساتھ ہوگا۔ جس کے لئے حسب ذیل نصاب مقرر کیا گیا ہے:۔

کل نمبر ۱۰۰

ا۔ قرآن کریم۔ از سورہ فاتحہ تا سورۃ آل عمران مع ترجمہ

ب۔ حدیث شریف۔ احادیث الاخلاق (نیا ایڈیشن) از مولوی غلام باری صاحب سیف

ج۔ کتب سلسلہ۔ (۱) فتح اسلام۔ (۲) سبز اشتہار۔ (۳) ایک غلطی کا ازالہ۔
(۴) الوصیت۔ (۵) دعوۃ الامیر۔ (۶) کتابچہ عام دینی معلومات
شائع کردہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔

احادیث الاخلاق کا پہلا ایڈیشن بالکل ختم ہو چکا تھا اسلئے اس پر نظر ثانی کروا کر مناسب اضافوں کے ساتھ حسب سابق شعبہ تعلیم خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ قائدین اپنی ضرورت سے ابھی مرکز کو اطلاع دیں تاکہ چھپواتے وقت ان کی ضرورت کو مدنظر رکھا جا سکے۔

وہ تمام خدام جو "مبتدی" امتحان پاس کر چکے ہیں وہ اس امتحان میں شامل ہوں ——— اور تمام وہ خدام جنہوں نے پچھلے سال "مبتدی" کا امتحان نہیں دیا تھا یا پچھلے سال دیا تو تھا لیکن کامیاب نہ ہو سکے وہ اس سال مبتدی کا امتحان دیں گے جس کا نصاب ابتداء میں درج کیا جا چکا ہے ——— لیکن اتنی رعایت دی جاتی ہے کہ جو خدام ایک ہی سال میں دو امتحان پاس کر سکتے ہوں وہ اس سال دونوں امتحان دے سکتے ہیں یعنی ایک "مبتدی" کا جو وہ نہیں دے سکے یا کامیاب نہیں ہو سکے اور دوسرا "مقتصد" کا جو اس سال منعقد ہوگا۔

قائدین کرام کوشش کریں کہ تمام خدام ان امتحانات میں شریک ہوں۔

(نائب مہتمم تعلیم مرکزیہ)

امتحان کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شعبہ تعلیم کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب مقرر کی گئی تھیں اور یہ وضاحت کر دی گئی تھی کہ تمام مجالس مقامی طور پر ہر دو ماہ کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی کتب (جو مقرر کی گئی تھیں) میں سے ایک کتاب کا امتحان خدام سے لیا کریں۔ امید ہے اس لائحہ عمل کے مطابق مجالس میں کتب حضرت مسیح موعودؑ کے امتحان کا سلسلہ شروع ہو گا۔ اگر نہ ہو تو تمام مجالس کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ چھ ماہ کے دوران مقررہ کتب کا امتحان خدام سے لیں۔ کتب درج ذیل ہیں:-

۱- اسلام اور جہاد۔ ۲- چشمہ مسیحی۔ ۳- تحفہ غزنویہ۔ ۴- مسیح ہندوستان میں۔

۵- سراج منیر۔ ۶- اسلامی اصول کی فلاسفی ۷- ایام الصلح

تمام قائدین مجالس سے درخواست ہے کہ وہ ہر ماہ ایک ایک کتاب کا امتحان مقامی طور پر خدام سے لیں۔ اس کے لئے خدام کو توجہ دلائیں کہ زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں۔ نیز اس کتاب کا درس بھی مجلس میں شروع کریں۔ امتحان لینے کے بعد اس کا ذکر اپنی ماہانہ رپورٹ میں بھی کریں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ امتحانات سالانہ مرکزی امتحانات (مبتدی، مقتصد وغیرہ) کے علاوہ ہیں۔ اور مقامی مجالس ہی ان کی نگرانی اور پرچے وغیرہ دیکھنے کی ذمہ دار ہوں گی۔

(مہتمم تعلیم مرکزیہ)

امتحان اطفال کے جوابی پرچے جلد بھجوائیں

۲۷ مئی کی تاریخ گزر چکی ہے۔ ہزارہا اطفال اس روز اپنے نصاب "کامیابی کی راہیں" کے امتحان میں شامل ہوئے۔ لیکن ابھی بہت کم مجالس کی طرف سے جوابی پرچے مرکز کو وصول ہوئے ہیں۔ براہ کرم یہ پرچے جلدی ہمیں بھیج دیں تاکہ نتیجہ جلدی مرتب ہو سکے۔

(مہتمم اطفال خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

ورزش کے زینے

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب مہتمم صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
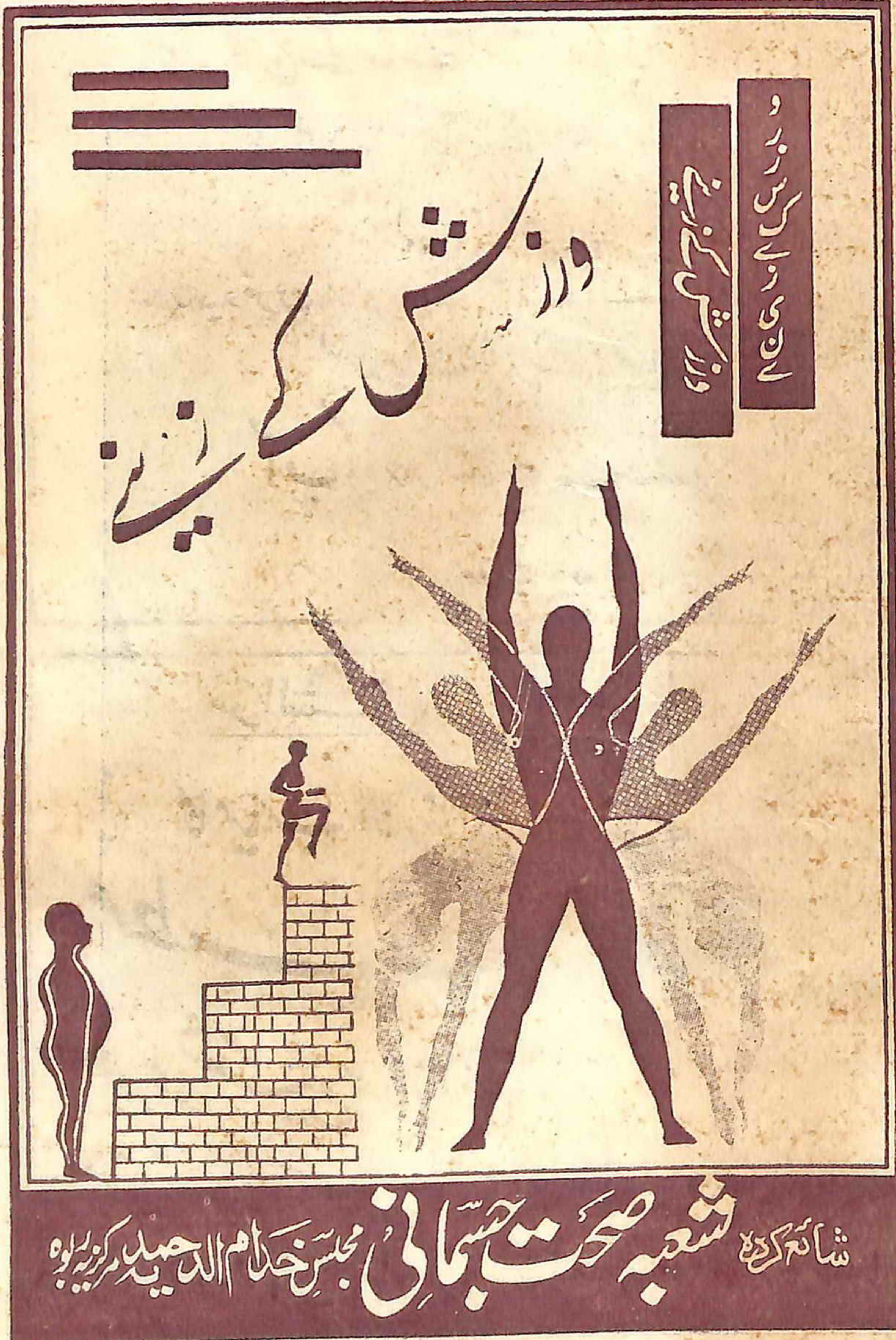
اس کتاب میں صحت جسمانی کو برقرار رکھنے کیلئے انتہائی مفید اور دلچسپ مشقیں درج کی گئی ہیں

* ہر جسمانی ورزش کی تصاویر بھی دی گئی ہیں تاکہ ورزش کرنیوالے کو سمجھنے میں آسانی رہے

* اردو زبان میں اپنی نوعیت کی بالکل پہلی کتاب ہے۔ آج ہی ایک روپیہ بھیج کر یہ کتاب منگوا لیجئے۔

ماھنامہ 'خالد' ربوہ　　　جون ۱۹۶۶ء　　　رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰

Monthly Khalid Rabwah
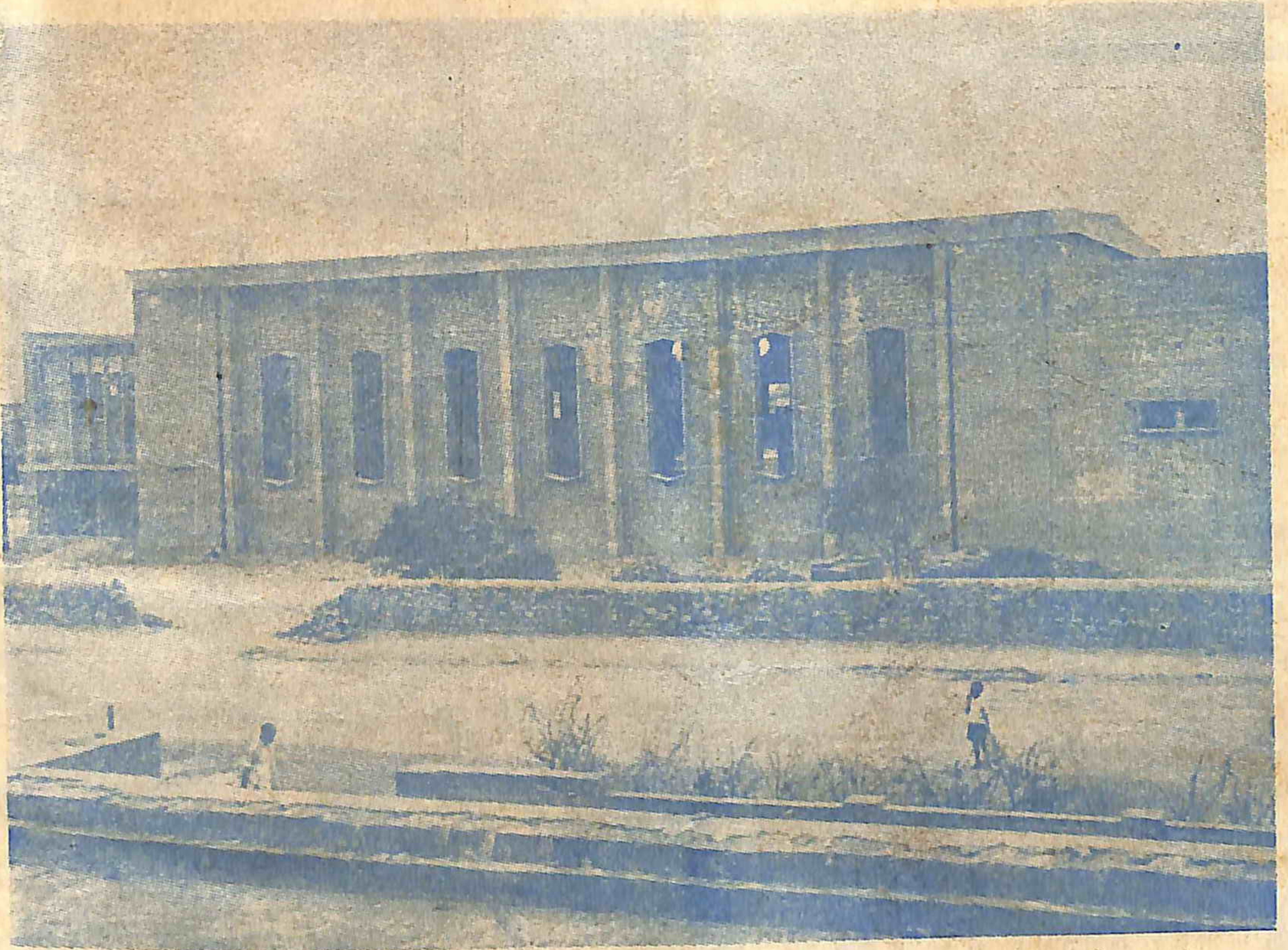
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر تعمیر ہال کا بیرونی منظر۔

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا